گرین سیریز------------از------------ابنِ طالب

پیراسائیٹس
ابنِ طالب
www.qaricafe.com
گرین سیریز

گرین سیریز

ناول#07.....یکم نومبر 2019

www.qaricafe.com
Fb.me/ibnetalibgs

ہماری بات

السلام علیکم قارئین!

آج تو بس اتنی بات ہے میرے پاس کہ عین وقت پہ دو کمپوٹر اچانک سے کام کرنے سے انکاری ہو گئے اور "پیراسائیٹس" پھنس کر رہ گئے اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ پیراسائیٹس کا یوں کسی بھی وجود میں رہ جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لہذا میری پوری کوشش رہی کہ ان کو کمپوٹر سے نکال کر آپ کے سامنے رکھ دوں اور بالآخر یہ ممکن ہو ہی گیا۔ ایک بار تو ایسا محسوس ہوا کہ لکھا لکھایا ناول گیا۔۔۔ مگر پھر۔۔۔ بچت ہو گئی۔۔

"پیراسائٹس" جنہیں اردو میں طفیلیہ کہا جاتا ہے، یہ کسی دوسرے ک وجود سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ معاشرے میں بھی ایسے کردار دیکھنے کو ملیں گے کہ جو کھاتے کسی کا ہیں اور مانتے کسی کو ہیں۔۔۔ یہ ناول جاسوسی ہے، ایکشن ہے یا اصلاحی۔۔ آپ کی رائے سے ہی جان سکوں گا۔۔

جس طرح قارئین کو آج رات آٹھ بجے کا انتظار رہا ہے ، اسی طرح مجھے آپ کے تبصرے کا انتظار رہے گا، میں اپنے ہر قاری کے پیار کے لئے مشکور ہوں اور ان قارئین کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے فیس بک پہ میرا ساتھ دیا۔۔ آپ سبھی جانتے ہیں کہ میرا پہلا ناول ناسور۔۔ ایڈونچر رسالے میں چھپنے والا ہے، وہاں بھی آپ کی ساتھ کی اشد ضرورت ہے۔ والسلام

ابنِ طالب

وہ گنگناتا ہوا، اپنے سُر خود بناتا، مسکراکر انہیں بدلتا، رَد کرتا ہوا پیدل آگے بڑھتا جارہا تھا ویسے بھی موسمِ خوشگوار تھا، دن کے پچھلے پہر اور شام کا سنگم بہت ہی فرحت بخش تھا جس میں دل خواہ مخواہ نرمی کی طرف مائل ہو جاتا تھا، یہی کاروائی اس کے ساتھ ہوئی تھی ورنہ یہ اس کے شوق نہ تھے۔

وہ آجکل فارغ ہونے کی وجہ سے بیزار اور کھونٹے سے کھلے سانڈ کی طرح آزاد تھا، بوریت کی وجہ سے وہ اپنے دوست کے ہاں، دارالحکومت سے کافی فاصلے پہ موجود شہر نما قصبے میں گھومنے آیا

تھا اور آج موسم کو دیکھتے ہوئے اپنے دوست کو بتائے بغیر چہل قدمی کے لئے نکل پڑا۔ گھومتے گھومتے وہ مارکیٹ سے نکل کر رہائشی علاقے میں پہنچا اور شہر اور دیہات کی ملی جلی طرزِ تعمیر کے گھروں کو دیکھ کر دل ہی دل میں لطف لینے لگا۔ گلیوں میں سے گزرتے ہوئے اچانک اس کے پر سکون چال چلنے والے قدم رکے اور کان کھڑے ہوئے۔

آہستگی سے وہ الٹے قدموں پیچھے چلتا گیا اور ایک لکڑی کے دروازے کے پاس تھم گیا۔ اس کی نظریں سامنے گلی پہ مگر کان اور دماغ دروازے کے اس پار رونے کی آواز پہ مرکوز ہو گئے۔ چند لمحے وہ کھڑا سنتا رہا اور پھر دروازے کے قریب پہنچا اور دروازے سے کان لگایا۔

"اے سنو۔۔۔" دور سے آواز سن کر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

سامنے ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا۔

"جی چچا۔۔۔" نوجوان نے احترام بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کیا جاسوسی کر رہے ہو۔۔۔ تمہیں معلوم نہیں ہمارے مذہب میں لوگوں کی عیب ڈھونڈنے سے منع ہے۔" بزرگ نے ڈانٹا۔

بزرگ کے لہجے میں عجیب سارعب تھا، جیسے وہ نوجوان اس کا بیٹا

ہوا اور اسے ڈانٹنا اس کا حق ہوا، نوجوان کو بوڑھے کے انداز پہ بہت پیار آیا، کیونکہ ایسے بوڑھے کم ہی رہ گئے تھے جو اس طرح ڈانٹ کر نوجوانوں کو مہار ڈالنے پہ قادر تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ ایسے نوجوان ناپید تھے جو عبادت سمجھتے ہوئے یہ سب سن لیتے تھے۔

"چچا۔۔ میں عیب جوئی نہیں کر رہا، کوئی تکلیف میں رو رہا ہے، اور اسے سخت لہجے
میں کوئی ڈانٹ بھی رہا ہے، وہ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔۔"

نوجوان نے عاجزی سے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔ پھر سے وہ لوگ۔۔۔۔ اوہ۔۔"

بوڑھے کا رنگ تو ویسے عمر کے ساتھ ساتھ اڑ ہی چکا تھا مگر اس کا سہما ہوا چہرہ اور بے ساختہ مڑ کر دوڑنے کی ناکام کوشش نے نوجوان کو الجھا دیا تھا۔

نوجوان نے دور جاتے بوڑھے کو نظر انداز کر کے دروازے پہ دباؤ ڈالا کیونکہ اب رونے دھونے کی آواز بلند ہو گئی تھی جیسے کوئی زدو کوب کیا جا رہا ہو۔ دباؤ ڈالنے کے باوجود دروازہ نہ کھلا تو چیخوں کے بلند ہونے پہ نوجوان نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کسی بھی

گھر سے کوئی ذی روح باہر نہیں نکلا تھا جبکہ ایسے علاقوں میں لوگ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں دوڑتے ہوئے شامل ہوتے ہیں اور یہ چیخیں تو سوئے ہوئے لوگوں کو جگانے کے لئے کافی تھیں، نوجوان نے ہونٹ بھینچے اور پیچھے ہٹ کر دوڑتا ہوا دروازے سے کندھے کے بل ٹکرایا۔

دروازہ کھلنے کی بجائے کواڑ سے اکھڑ گیا۔ دروازہ مکمل طور پہ ہٹا تو نہ تھا مگر اندر زدوکوب کرنا بند کر دیا گیا تھا، اسی وقت دروازے کھلا اور شیطانی چہرہ نمودار ہوا۔۔

"کیا تکلیف ہے؟"۔۔۔ وہ بھڑکا۔

"کسے مار رہے ہو تم؟"۔

نوجوان نے اس کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے سَر اِدھر ادھر گھما کر کھلے دروازے سے جھانکنے کی گستاخی کرنے کی کوشش کی۔

"تم سے مطلب؟۔۔ اپنے کام سے کام رکھو۔۔"

اس نے غرا کر کہا اور دروازہ بند کرنے کو ہی تھا کہ اس نوجوان نے دروازے کی کواڑ میں ٹانگ اڑائی۔

"میرا یہی کام ہے، پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانا۔۔"نوجوان

مسکرایا اور دھکا دے کر اندر داخل ہوا۔

اس شیطانی چہرے والے شخص کے چہرے پہ الجھن نمودار ہوئی اور یوں غائب ہوئی جیسے اس نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو۔

"میری بیوی مجھ سے لڑ رہی تھی۔۔" اس نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"تمہاری بیوی آواز بدلنے میں ماہر ہے شاید۔۔ تبھی کبھی تو وہ زنانہ آواز میں روتی ہے تو کبھی مردانہ۔۔" نوجوان نے کہا اور اندر گھستا چلا گیا۔

"تم ہمارے ذاتی معاملے میں ٹانگ مت اڑاؤ۔۔ ورنہ ٹانگیں ہی کاٹ دوں گا۔۔ اور تم جا کدھر رہے ہو؟ باہر دفع ہو جاؤ۔۔۔" وہ شخص دھاڑتا ہوئے اس کے پیچھے دوڑا۔

تب تک وہ نوجوان اندر گھس چکا تھا اور ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچتے ہی اس کے قدموں کو جیسے زمین نے چھوڑنے سے انکار کر دیا ہو، وہ جَم سا گیا اور اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

سامنے ایک درمیانی عمر کی خاتون زمین پہ گری ہوئی تھی، اس کا لباس تار تار نہیں تھا تو باپردہ لباس کہلانے کا حق دار بھی نہیں تھا، اس کے ساتھ ہی ایک بوڑھا شخص بھی ادھ مرا پڑا تھا۔ اس

کے جسم پہ صرف تہ بند تھا اور جسم پہ جابجا چمڑی ادھڑنے کے نشانات۔۔۔ دونوں سے پرے، تین مشٹنڈے تھے جن میں سے دو کے ہاتھ میں چمڑے کے ہنٹر تھے اور ایک کرسی پہ بیٹھا اپنے فرعون ہونے کی تصدیق کر رہا تھا۔۔

نوجوان کی آنکھیں وحشت سے چمکنے لگیں، پل بھر میں وہ جان گیا تھا کہ وہ دونوں کسی مصیبت میں ہیں۔ وہ واپس مڑا اور دروازہ کھولنے والے پہ نظریں گاڑیں۔

"بچے۔۔۔ اب تم زندہ واپس نہیں جا سکتے۔۔" اس نے بے غیرتی سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ تو گئے کام سے۔۔" نوجوان غرایا۔

اس سے پہلے کہ دوسرا شخص کوئی جواب دیتا، نوجوان کا مکا تیزی رفتاری کے ریکارڈ توڑتا ہوا اس شخص کی گردن کی طرف بڑھا۔۔۔ کٹک کی آواز کے ساتھ پہلے ہی مکے میں اس کی گردن کچے دھاگے کی طرح ٹوٹتی گئی اور وہ ایک بار ساکت ہوا جیسے "سیلفی" بنوانے کے لئے گردن ٹیڑھی کی ہو اور پھر مسکرائے بغیر دھڑام سے زمین پہ آ گرا۔۔

نوجوان نے رخ بدلا۔۔۔ مرنے والے کے ساتھیوں کے چہرے بگڑ گئے تھے اور وہ کھمبے بنے اپنے مردہ ساتھی کی طرف اور نوجوان کے مکے کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ نوجوان جانتا تھا کہ اس کے پاس وہی پل ہے ورنہ اگر ان میں سے کوئی پسٹل نکال لیتا تو اس کی ان تک رسائی سے پہلے ہی قصہ تمام ہو جاتا۔

وہ جھکا اور اس کے ہاتھ زمین پہ ٹکے، جسم کو جھٹکا دے کر قلابازی کھائی اور اس کا جسم لمحوں میں اڑتا ہوا ہنٹر برداروں پہ پڑا، وہ اس آفت سے حواس باختہ ہوتے ہوئے لڑکھڑا کر پچھلی دیوار سے ٹکرائے اور ایک کے ہاتھ سے ہنٹر نکل کر اس نوجوان کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔

نوجوان کسی ماہر استاد کی طرح ہنٹر پکڑے انسانوں کو سدھارنے لگا تھا، اس کے بعد وہ ہنٹر برسے کہ الامان۔۔۔ درو دیوار ان تینوں کی فلک شگاف چیخوں سے گونج اٹھے اور نوجوان کی وحشت بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان تینوں کی چیخیں کمزور پڑتی گئیں۔

دروازے پہ دستک سن کر وہ چونک گیا جیسے یہ کسی کے آنے کا وقت نہ ہو، رسالہ ایک طرف رکھ کر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"کون؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"جبران۔۔۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

اس نے فوری چٹخنی کھولی اور دروازہ کھولتے ہوئے ایک طرف ہٹا۔

"خیریت؟۔۔۔یوں اچانک آنا ہوا۔۔" اس نے سامنے کھڑے جبران سے پوچھا۔

"کیوں؟ کبیر صاحب کے پاس آنے کے لئے باقاعدہ وقت لینا ہوتا ہے کیا؟" جبران مسکرایا تو سامنے کھڑا کبیر ہنس پڑا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ عام طور پہ ایسا ہوتا نہیں کہ تم اچانک وارد ہو جاؤ۔۔" کبیر نے جواب دیا۔

دروازہ بند کرنے کے بعد وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے کمرے کے وسط میں پڑے صوفوں کے پاس پہنچے۔

"انسان خطا کا پتلا جو ہے۔۔۔"

جبران ہنستے ہوئے صوفے پہ بیٹھا جبکہ کبیر مسکرا کر پلٹا اور جب وہ کمرے میں دوبارہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک ملازم تھا جس نے ٹرے اٹھا رکھی تھی، ٹرے میں جوس کے دو بڑے بڑے گلاس رکھے تھے۔

"انسان خطا کا پتلا تو ہے، مگر انسان نے اب اپنے کرتوتوں پہ شرمندہ ہونے کی بجائے اس جملے کو بہانہ بنا لیا ہے۔۔" کبیر نے بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بھی تو خطا ہی ہے۔۔ کیونکہ انسان خطا کا پُتلا ہے۔۔"

جبران نے قہقہہ لگایا تو کبیر اس کی ذومعنی بات پہ لطف اندوز ہوا۔

"گڈ۔۔ تم بھی ساحر کی طرف ذو معنی باتیں کرنے لگے۔۔" اس نے کہا۔

"مگر ساحر سے کسی کا کوئی مقابلہ نہیں۔۔۔ یوں لگتا ہے کہ کافی عرصہ ہو گیا اس سے ملاقات ہوئے۔۔" جبران بھی سنجیدہ ہوا۔

"ابھی دو تین دن ہی تو ہوئے ہیں اس سے ملے۔۔۔" کبیر نے جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بات بھی درست ہے۔۔" جبران کی مسکراہٹ برقرار تھی۔

"تمہاری بات سچ ہے، خیر تم سناؤ، کیا چل رہا ہے آجکل؟۔" کبیر نے موضوع بدلا۔

"کچھ بھی تو نہیں۔۔ مفت کی توڑ رہا ہوں۔۔ سوچا کچھ کام ہی کر لیا جائے اس وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں۔۔" جبران نے کہا تو کبیر چونک گیا۔

"کیا کام؟۔۔" کبیر نے بے چینی سے پوچھا۔

"اتنے بے چین تو مزدوری کے لئے سڑک کے کنارے کھڑے مزدور نہیں ہوتے جتنے تم ہو رہے ہو۔۔" جبران شاید آج چھیڑ خانی کے موڈ میں تھا۔

"وہ شاید اتنے بھی فارغ نہیں جتنے پچھلے پانچ دن سے ہم ہیں۔۔"

کبیر نے بے ساختہ کہا تو جبران کا منہ بن گیا۔۔

"اتنی بے عزتی بھی مت کرو اب۔۔ ایک ہفتہ ہی تو ملا ہے چیف کی طرف سے۔۔" اس نے کہا۔

"چھوڑو۔۔ کام بتاؤ۔۔"

" کل میں ہوٹل رائل پام میں ڈنر کرنے گیا تھا، میں جان بوجھ کر اندھیرے کونے والی میز پہ جا بیٹھا، مگر بعد میں اس کا فائدہ ہی ہوا۔ کھانا کھاتے ہوئے میرا دھیان ساتھ والی میز پہ گیا، وہاں ایک شریف النفس شخص بیٹھا تھا جو لباس سے کافی پڑھا لکھا اور امیر کبیر محسوس ہو رہا تھا، اس کے ساتھی کی پشت میری طرف تھی، وہ دونوں زمین کے کسی سودے کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ میرے کان تب کھڑے ہوئے جب زمین کے سودے کے دوران ہی قتل کا لفظ میرے کانوں میں پڑا۔۔ جس وجہ سے میری ساری توجہ ان پہ مرکوز ہو گئی اور اسی وجہ سے میں ہڈی سمیت ایک بوٹی کھا گیا۔۔"

جبران نے بات کرتے کرتے منہ بنایا جیسے وہ ہڈی ابھی بھی اس کے منہ میں ہو۔

"سوری۔۔۔ بتاتا ہوں۔۔" جبران کبیر کے تیور دیکھ کر تیزی

سے بولا۔۔ "کوئی گاہک اپنی زمین بیچنے کے حق میں نہیں تھا اس وجہ سے وہ اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں الگ ہوئے۔ میرے لئے پریشانی تھی کہ پیچھا کس کا کروں۔۔

پہلے سوٹ والا باہر نکلا تو میں تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔ پارکنگ میں سے اس نے اپنی کار نکالی، میں نے اس کا نمبر نوٹ کیا اور واپس ہوٹل کی طرف چل دیا مگر اس سے پہلے کہ ہوٹل میں گھستا، اس کا دوسرا ساتھی ہوٹل سے نکل رہا تھا، اس کے لباس کی وجہ سے میں اسے پہچان گیا۔ میں سائیڈ پہ دیکھتے ہوئے اس کے پاس سے ہوٹل کی طرف بڑھتا رہا اور جب اس کے اور میرے درمیان فاصلہ بڑھا تو میں بھی واپس مڑا۔۔ پھر پارکنگ تک چکر، جہاں سے وہ اپنی کار میں نکلا، میں بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ ہوٹل سے سیدھا جازی کلب گیا۔۔ اس کا چہرہ، قدوقامت، گاڑی کا رنگ، نمبر دیکھنے کے بعد میں تمہارے پاس چلا آیا۔۔"

"اس میں کام کہاں ہے؟" کبیر نے منہ بنایا۔

"اس میں کچھ کام ضرور ہے، جانتے تو ہو کہ ہمارا کام ایک سراغ سے ہی شروع ہوتا ہے اور فارغ رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ کر ہی

لیا جائے۔۔" جبران نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ویسے ہی جذبات میں آکر کچھ کہہ بیٹھے ہوں۔" کبیر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے مگر ہم کونسا کسی ضروری کام میں مصروف ہیں، فارغ ہی ہیں، کچھ تفتیش ہی سہی ، اگر ایسا ہوا تو فراغت سے جان چھوٹ جائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو بھی کوئی نقصان نہیں۔ تم چیف سے پوچھ لو۔۔" جبران نے کہا۔

"نہیں۔۔ چیف سے کیا پوچھنا، ابھی تو کچھ کنفرم ہی نہیں، اگر واقعی کوئی کیس بنا تو بھی چیف سے ڈائریکٹ بات نہیں کرنی ، ساحر سے بات کرلوں گا۔۔۔" کبیر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں چل دیئے؟۔۔" جبران نے پوچھا۔

"میک اپ باکس لانے۔۔۔ اگر تفتیش کرنی ہی ہے تو ذرا اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔" کبیر مسکرایا۔۔۔

"ویسے تم اپنے گھر میں، اپنے ہی ذاتی کمرے کی چٹخنی لگائے کیا کر رہے تھے؟" جبران نے شرارت بھرے انداز میں پوچھا۔

"کچھ کر ہی رہا تھا۔۔" کبیر مسکرایا اور باہر نکل گیا۔

* * *

بڑی سی میز کے پیچھے ریوالنگ چیئر پہ لارڈ براجمان تھا، اس کے ہاتھوں میں فائل اور اس کی نظریں فائل کی سطروں پہ بیل گاڑی کی رفتار سے چل رہی تھیں، معلوم نہیں فائل دلچسپ تھی یا اس کے پاس وقت کافی تھا۔۔۔ بحرکیف وہ یوں فائل میں کھویا ہوا تھا جیسے وہ دنیا میں اکیلا ہو اور یہ فائل ہی اس کی اکلوتی ساتھی ہو۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا، اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"لارڈ۔۔۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"فاکس سپیکنگ چیف۔۔۔" دوسری طرف سے فاکس کی

مودبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے؟۔" لارڈ نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا، مگر انداز میں سختی بھی برقرار تھی۔

"چیف میں ایک کلب سے گزر رہا تھا اور وہاں۔۔۔" فاکس نے بات شروع کی۔

"فاکس۔۔۔ بات کیا ہے؟"۔۔ اس نے فاکس کی بات کاٹی۔

"سوری چیف۔۔۔ کلب جازی میں کبیر صاحب اور جبران صاحب کو گولیاں ماری گئی ہیں اور میں نے ان دونوں کو سنٹرل ہسپتال ایڈمٹ کروا دیا ہے۔"

اس کی بات سن کر لارڈ چونک کر سیدھا ہوا۔

"دونوں کی کیا حالت ہے؟۔۔" اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"کبیر صاحب تو معمولی سے زخمی ہیں جبکہ جبران صاحب کو ٹانگوں پہ تین گولیاں لگی ہیں، وہ کافی دن حرکت کرنے سے معذور رہیں گے۔"

"یہ کلب کہاں ہے؟۔۔"

"کوئین روڈ۔۔۔ سٹریٹ نمبر پانچ، تین منزلہ عمارت ہے۔۔"

فاکس نے جواب دیا

"اوکے۔۔۔" لارڈ نے کہا اور کال بند کر دی۔

ساحر اور ٹیم جب سے گریٹ کنگڈم سے واپس آئی تھی، سبھی فارغ ہی تھے اور ویسے بھی اس نے خود سب کو ایک ہفتے کی بریک دی تھی جس کے بعد ان کی ٹریننگ کی جانی تھی۔

فراغت کی وجہ سے وہ آجکل مختلف فائلیں پڑھنے میں مصروف تھا کیونکہ وہ بلا مقصد روشن پیلس سے خود ہی نہیں نکلتا تھا، سیر سپاٹے سے زیادہ اپنا کام کرنا اسے زیادہ پسند تھا۔

فراغت کی وجہ سے ہر طرف سکون ہی سکون تھا کہ آج فاکس نے یہ اطلاع دی، جس کا مطلب تھا کہ کوئی کیس شروع ہو گیا جس کے بارے میں ابھی لارڈ کو خبر نہیں دی گئی تھی۔

اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ملایا۔

"ساحر سپیکنگ باس۔۔۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کہاں ہو تم؟۔۔۔" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

اور جواب ملنے پر لارڈ نے اسی کبیر اور جبران کے بارے میں بتایا۔

"کیا کوئی نیا کیس ہے چیف؟۔۔"

"مجھ تک ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی۔۔۔ تم عباس کو کلب بھیج کر معلومات اکٹھی کرنے کو کہو۔۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

اس نے دوبارہ ریسیور اٹھایا اور کال ملائی۔

"ثانیہ سپیکنگ۔۔۔"

"لارڈ۔۔۔" وہ مخصوص لہجے میں مخاطب ہوا۔

"یس چیف۔۔۔"

ثانیہ کے لہجے میں حیرت تھی کیونکہ لارڈ کا رابطہ ساحر سے ہوتا تھا اور ساحر کا ان لوگوں سے مگر آج براہِ راست لارڈ اس سے بات کر رہا تھا۔

"کبیر اور جبران کو گولیاں ماری گئیں ہیں۔ انہیں سنٹرل ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے، ان سے ملو اور معلومات لو کہ کس وجہ سے ایسا ہوا ہے، پھر ساحر کو بتا کر ہدایات لے لینا۔۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

چند لمحے وہ خاموش بیٹھا رہا اور پھر طویل سانس اندر کھینچتے ہوا کھڑا ہوا، تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

* * *

نئ سفید کرولا، جس کے شیشے سیاہ رنگ کے تھے غراتی ہوئی سڑک پہ پھسلتی جارہی تھی۔ اس کے آگے ایک کھلی جیپ تھی جس پہ لمبی زلفوں والے عورت نمامرد بیٹھے تھے۔ مرد تو بے پردہ تھے مگر ان کے ہونٹ۔۔۔ وہ باقاعدہ مونچھوں کا حجاب اوڑھے ہوئے تھے۔ اگر وہ آپس میں بات کرتے تو مونچھیں یوں حرکت کرتیں جیسے جوہڑ کے درمیان بیٹھی بھینس کے ہلنے سے پانی میں سست لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہی گمان ہوتا کہ وہ مونچھوں سے ہی بولتے ہیں، منہ نام کی کوئی چیز نہیں مگر جب دہانہ کھول کر ہنسنے کے نام پہ ہلڑ بازی کرتے تو معلوم پڑتا کہ کولمبس کے دریافت کرنے کو ابھی بہت کچھ باقی تھا۔

اس کار کے پیچھے بھی پرانی مگر نفیس اور بڑے سائز کی جیپ اڑی چلی آرہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پہ ایک سخت چہرے والا گورا بیٹھا ہوا تھا اور عقبی سیٹ پہ مقامی لباس میں ملبوس، پہاڑی چھتروں جیسے بالوں والا ایک تیس سالہ سیٹھ۔ اس کے گلے میں سونے کی بھاری مالائیں تھی جو کھلے گریبان سے جھانک رہی تھیں۔ دونوں ہاتھوں کی دو، دو انگلیوں میں بڑے بڑے نگینوں والی انگوٹھیاں تھیں۔ نگینے بھی شاید سونے میں ہی جڑے گئے تھے۔

آنکھوں میں ایسی سرخی جو اس کے شرابی ہونے کا اعلان کرتی تھی اور صحتمند جسم۔ اس نے قبر میں کیڑوں کی ضیافت کا پورا پورا خیال رکھا ہوا تھا۔ وہ شیشے سے باہر تیزی سے پیچھے گزرنے والی عمارتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی دائیں جانب سیٹ پہ تین جدید موبائل فون، لائٹر اور امپورٹڈ سگریٹ کیس پڑا ہوا تھا۔

یہ قافلہ اسی تیز رفتاری کے ساتھ جلد ہی شہر سے قدرے ہٹ کر بنے ہوئے ایک بڑے سے فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔ پارکنگ کے لئے مختص جگہ پہ رنگارنگ چمچماتی گاڑیاں قطاراندر قطار موجود تھیں۔ وہ قافلہ بھی ایک جگہ تھما اور گارڈز کے گھیرے

میں وہ نوجوان سیٹھ نکلا۔

اس کے موبائل اور سگریٹ کیس وغیرہ ڈرائیور کے ہاتھ میں تھے جو مودبانہ انداز میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ گارڈز اس سے بھی پیچھے چل رہے تھے۔ ویسے فارم ہاؤس پہ پہلے سے موجود سکیورٹی کو دیکھتے ہوئے گارڈز کی ضرورت تو نہ تھی مگر جب تک قضا نہ آئے تب تک ہر ممکن کوشش تو ہوتی ہی ہے کہ بندہ بچ ہی جائے۔

"آیئے آیئے سلطان صاحب۔۔۔ اس غریب خانے کے بھاگ جاگ گئے جو آپ تشریف لائے۔۔"

ایک ادھیڑ عمر شخص نے بانہیں پھیلائے اس کی طرف بڑھتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔

"چاچا۔۔۔ تو بھی ٹانگ کھینچنے کو ہر جگہ موجود رہتا ہے۔۔"

وہ واہیات سے لہجے میں دانت دکھاتے ہوئے بولا۔

وہ دراز قد، سانولے رنگ اور گھنگھریالے بالوں والا ٹھرکی قسم کا شخص نظر آرہا تھا جسے دیکھتے ہی لڑکیاں تو کیا عورتیں بھی رستہ بدلنے پہ مجبور ہو جائیں۔

"یہاں چاچا مت کہو یار۔۔۔ یہاں تو ماحول ہی کچھ اور ہے۔۔"

اس کے چاچا نے اسے بازوؤں میں بھینچتے ہوئے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"مطلب مال ؟۔۔۔"

سلطان ایسے چونکا جیسے کتے نے خرگوش کی بو پالی ہو۔

"ایسا ویسا۔۔۔جاندار مال۔۔ نجانے یہ گلہریا کہاں کہاں سے لے آتا ہے ایسے پِیں۔۔" چاچا نے کہا تو سلطان پھٹے ڈھول کی طرح ہنسا۔

"گلہریا۔۔خوب نام رکھا ہے تونے چاچا۔۔"

اس نے چاچے کے کندھے پہ ایک دھول جمائی۔

"اس کی شکل جو ایسی ہی ہے۔۔" چاچا ہنسا۔

وہ ایک دوسرے کے ساتھ مرکزی عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے، سلطان کو دیکھ کر وہاں ہلچل مچ گئی تھی۔ نوجوان لڑکیاں تیزی رستے کی اطراف میں پھولوں سے لدی پلیٹیں لے کر کھڑی ہو رہی تھیں۔

"دیکھ تو سہی۔۔پھول کے ہاتھ میں پھول۔۔"

چاچا شوقین مزاج تھا۔

"یہ اہتمام کس لئے ہے سب ؟۔۔" سلطان نے سوچ میں ڈوبے

لہجے میں پوچھا۔

"تم نہیں جانتے کیا۔۔ تو مہمانِ خصوصی جو ہے آج۔" چاچا نے حیرت سے کہا۔

"وہ میں پہلے بھی ہوتا ہے، لیکن یہ تیاری۔۔ گلہریا کسی اور ہی سوچ میں ہے۔۔ خیر دیکھتے ہیں۔۔" سلطان نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی وہ لڑکیوں کے پاس پہنچے، اس پہ دونوں طرف سے پھولوں کی بارش ہونے لگی اور وہ مسکرا مسکرا کر ہر لڑکی کو اپنی خصوصی نظر سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔

"چاچا۔۔ لگتا ہے تیری جوانی بیت ہی گئی۔۔ ایسی لڑکیاں تو عام ہیں۔۔" اس نے چاچا کی جانب جھک کر کہا۔

" بھتیجے۔۔۔ یہ ٹریلر ہے۔۔ فلمیں اندر ہیں۔۔" چاچے نے بے حیائی سے آنکھ ماری تو سلطان کا چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگا۔

"ویلکم مائی بوائے۔۔۔ ویلکم۔۔"

ایک شخص نے آگے بڑھتے ہوئے کہا، اس نے ہاتھوں میں تازہ گلاب کے بہترین پھولوں سے بنا ہار پکڑ رکھا تھا۔ وہ کلین شیو تھا، درمیانہ قد، چہرے پہ معصومیت مگر شخصیت میں عجیب سی

شیطانیت محسوس ہوتی تھی۔ سب سے اہم بات ۔۔اس کا چہرہ گلہری جیسا تھا۔

"کیسے ہیں نشتر صاحب۔۔۔"

سلطان نے منہ پہ منافقانہ مسکراہٹ جمائی اور گلے میں ہار ڈلوانے کے بعد اس سے گلے ملا۔ اس کے بعد نشتر، اس کے چاچا، قادر سے بھی گلے ملا۔

"آؤ سلطان۔۔اندر چلو۔۔۔لوگ کب سے انتظار کر رہے ہیں میرے شہزادے کا۔۔"نشتر نے والہانہ انداز میں کہا۔

سلطان نے کن اکھیوں سے چاچے کی طرف دیکھا تو چاچے نے آنکھ مار کر چل سوچل والے انداز میں ہاتھ ہلایا جیسے اسے کہہ رہا ہو کہ تم بھی ڈرامے میں لگے رہو۔

"یہ تو میری خوش نصیبی ہے۔۔"اس نے مسکرا کر کہا۔

اندر درمیانے سائز کا ہال نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

دروازے سے ذراہٹ کر میزوں کی قطاریں شروع ہوتی تھیں سٹیج تک جارہی تھیں۔ ہر میز پہ کوئی نہ کوئی جج، وکیل، سیاستدان، بیوروکریٹ، پولیس افسر ہی اپنی فیملی کے ساتھ براجمان تھا۔ چند ایک لوگ دوسرے شہر سے بھی مدعو تھے۔ ان سب میں

سلطان اور اس کے چاچے کے لئے توجہ کا مرکز ان کی بیٹیاں اور بیویاں تھیں جو دعوت کی خوشی میں ایسے بن سنور کر آئی تھیں جیسے ماڈلنگ کا مقابلہ ہونے والا ہو۔

"چاچا۔۔ تو بھی کمال کا جوہری۔۔ دل خوش کر دیا گلھریے نے۔۔ کافی عرصے کے لئے شکار مل گیا ہے۔۔"

سب لوگ اس کی آمد پہ کھڑے ہو گئے تھے اور تالیوں سے ہال گونج رہا تھا، ہر شخص کے چہرے پہ اس طرح خوشی تھی جیسے ان کا باپ بادشاہ بن کر آ رہا ہو۔ وہ سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سٹیج کی طرف بڑھتا گیا اور جلد ہی سٹیج پہ پہنچ کر سب کا پھر سے شکریہ ادا کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بڑی سی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

اس کے بعد سلطان کے نام کی مالا جپنے کا دور شروع ہوا، اس کا شکریہ ادا کیا گیا کہ وہ وہاں تشریف لایا اور پھر نشتر صاحب کی صاحب زادی کو سٹیج پہ مدعو کیا گیا کہ وہ اپنے جنم دن کی خوشی میں کیک کاٹے۔۔

جب وہ سٹیج پہ پہنچی تو سلطان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، اب تک اگر اس نے ستارے دیکھے تھے تو اب اچانک اس کے سامنے چاند اتر

آیا تھا۔

"او چاچا۔۔ اصل نشتر تو یہ ہے جو سیدھا سینے میں اتر گیا ہے۔۔"

اس نے چاچے کا ہاتھ زور سے دباتے ہوئے کہا۔

عین اسی وقت سٹیج سے ہٹ کر نشتر یہ منظر بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پہ معنی خیز مسکراہٹ چمک رہی تھی جیسے وہ یہی کرنا چاہتا ہو۔

کیک کٹنے کے بعد جب سب کھانے پینے میں مشغول ہوئے تو چاچا بھتیجا اس کے پاس پہنچے۔۔ یا یوں کہ نشتر خود غیر محسوس انداز میں ان کے پاس پہنچا۔

"نشتر صاحب۔۔ آپ شاید اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتے ہیں جو اس کی سالگرہ کے لئے اتنا اہتمام کیا۔"

"سلطان صاحب۔۔ میرا اثاثہ تو یہی ہے کُل۔۔" اس نے بیٹی کی طرف اشارہ کیا۔

"حیرت کی بات ہے کہ ہم جیسے لوگوں کی دعوتوں میں بھی جج، وکیل اور پولیس والے بڑی چاہ سے آجاتے ہیں۔" چاچے نے اچانک موضوع بدلا۔

"انہی کی وجہ سے تو ہم عیش کرتے ہیں، اگر اس میں سے کچھ

ٹکڑے انہیں بھی مل جائیں تو ہمارا کیا جاتا ہے۔۔" نشتر مسکرایا۔

"میرا خیال ہے کہ نواز خان بھی آیا ہوا ہے۔۔" سلطان نے اچانک ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ کیوں؟۔۔"

نشتر چونک گیا، مگر اس کا چونکنا مصنوعی تھا جسے سلطان یا اس کا چاچا نوٹ نہ کر سکے کیوں کہ ان کی دلچسپی کا بہت سامان تھا وہاں۔

"آج کل لوگ اڑیل ہوتے جا رہے ہیں، کچھ جگہوں پہ بہت سے مسائل کا سامنا ہے، کام ٹھیک سے چل نہیں رہا، ایسا ہی ایک کیس پھنسا ہوا ہے جس میں نواز خان میری بات نہیں سن رہا۔۔" سلطان نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سلطان کی بات وہ نہ سنے؟۔۔" نشتر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"وہ نہیں جانتا کہ اِس معاملے کے پیچھے میں ہوں۔ حیرت یہ ہے کہ وہ اتنی بڑی رقم کو کیسے انکار کر سکتا ہے۔۔" سلطان نے شراب کا گلاس تھامتے ہوئے کہا۔

"کتنی بڑی رقم؟۔۔" نشتر نے پوچھا۔

"ایک کروڑ۔۔۔" سلطان نے کہا۔

"تم اسے ڈبل کر سکتے ہو؟۔۔" نشتر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

" ڈن۔۔"

سلطان جیسے اسی انتظار میں تھا، اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر نشتر کا ہاتھ تھاما۔

"ڈن۔۔۔ مگر جو صفایا کرنا پڑے گا؟۔۔" نشتر نے کہا۔

"اسی لئے ڈبل کر دیا ہے۔۔ سب تم سنبھالو۔۔ مجھے اپنے حق میں فیصلہ چاہیئے۔" سلطان نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔ میں کر لوں گا انتظام۔ ویسے بھی جج و کیل تک محدود رہتا ہے معاملہ، پولیس تو چھوٹے درجے تک ہی اس معاملے میں شامل ہوتی ہے اور وہ بھی جیب خرچی کے بعد باہر نکل جاتی ہے۔۔ لیکن آج کل ایک دو صحافیوں کے پر نکل آئے ہیں۔۔" نشتر نے بھی شراب کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا۔

"کاٹ لیں گے، میرے پاس بہت سی قینچیاں ہیں۔۔" سلطان نے مسکرا کر کہا تو چاچا اور نشتر بھی مسکرائے۔

سلطان کی نظریں "چھوٹے نشتر" کو تلاش کر رہیں تھیں جو کیک کاٹنے کے بعد غائب ہو گئی تھی اور "بڑا نشتر"، سلطان کی بے

چینی بھانپ کر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

* * *

وہ کلب جازی کے ریسپشن کاؤنٹر کے ساتھ بیٹھا تھا، سامنے شراب کا بھرا ہوا گلاس رکھے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ جب بھی وہ کش لگاتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ شرم کے مارے منہ پہ ہاتھ رکھ رہا ہے کیونکہ سگریٹ اس کی درمیانی دو انگلیوں میں دبا ہوا تھا اور جب بھی وہ کش لگاتا، پورا ہاتھ منہ پہ رکھنا پڑتا۔

وہ اس انداز سے بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے ہال میں بیٹھے لوگ بھی کافی حد تک نظر آرہے تھے اور ریسپشن پہ موجود لڑکیاں بھی۔

"سر آپ شراب نہیں پی رہے۔۔" ریسپشن پہ موجود لڑکیوں میں سے ایک لڑکی جو کافی دیر سے اسے دیکھ رہی تھی، پاس آکر بولی۔

"میری ماں کہتی تھی کہ بیٹا جو مرضی کرو، شراب کی بے حرمتی نہیں کرنی۔۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ماں کہتی تھی۔۔۔ کیا ہوا آپ کی ماں کو؟۔۔" لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

"اس نے ایک دن دانت برش کئے بغیر شراب پی لی تھی جس وجہ سے شراب معدے میں جاتے ہی اسے کاٹ گئی۔۔ اور ماں چل بسی۔" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔ تو آپ اس وجہ سے شراب نہیں پی رہے کہ آپ کی ماں اس وجہ سے مری؟۔۔"

"نہیں۔۔ میں اس وجہ سے نہیں پی رہا کہ میرے دانت صاف نہیں۔ میرا دوست ٹوتھ پیسٹ اور برش لینے گیا ہے، دانت صاف کر کے پھر پیوں گا۔۔"

اس نے شراب کے گلاس کی طرف ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا تو لڑکی کا منہ حیرت کے مارے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

وہ زندگی میں شاید پہلی بار ایسا شرابی دیکھ رہی تھی جس کے لئے شراب بہت ہی محترم تھی، جو دانت صاف کر کے پھر شراب پیتا تھا۔

"تو سر آپ گھر سے ہی دانت صاف کر آتے۔۔" اگلے لمحے وہ مسکرا کر بولی۔

"گھر سے تو صاف کر کے ہی آیا تھا مگر میں نے غلطی سے سگریٹ سلگا لی، سگریٹ بھی آخری ہے جسے میں پھینکنا نہیں چاہتا تھا اور اس کی وجہ سے دانت بھی گندے ہو گئے۔۔ شراب کے لئے بالکل صاف ستھرے دانت چاہئیں۔۔"

وہ یہ سب باتیں دل سے کر رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔ پھر تو ظلم ہوا آپ کے ساتھ۔۔"

"ظلم تو چھوٹا لفظ ہے، ظلمستان ہوا ہے۔۔ لگتا ہے مجھے خود جا کر ٹوتھ پیسٹ لانا پڑے گا۔۔۔ یہ گلاس تم پی لو۔۔ میں واپس آ کر نیا بنوا لوں گا۔۔" اس نے جیب سے پیسے نکال کر کاؤنٹر پہ رکھے اور تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

"اچھا نمونہ تھا۔۔۔" لڑکی نے نوٹ دیکھ کر منہ بنایا کیونکہ وہ صرف شراب کا ہی بل تھا، لڑکی کو توٹپ کی بھی امید تھی۔

وہ ہال سے باہر نکلا اور تیزی سے پارکنگ کی طرف بڑھا۔ پارکنگ میں ایک طرف اس کی موٹر سائیکل کھڑی تھی، وہ موٹر سائیکل پہ بیٹھا اور کک ماری، اگلے لمحے موٹر سائیکل پارکنگ سے

نکل رہی تھی۔ اس کی نظریں سامنے دوڑتی ہوئی سلیٹی رنگ کی چھوٹی کار پہ تھیں جس کے عقبی شیشے سے اس کے اندر دو سر نظر آ رہے تھے۔

گاڑی مناسب رفتار پہ آگے بڑھتی جا رہی تھی اور وہ بڑے محتاط انداز میں فاصلہ رکھ

کر تعاقب کر رہا تھا۔ تعاقب کرتے ہوئے اسے تقریباً دس منٹ ہونے کو تھے مگر گاڑی کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

وہ اس تعاقب والی سائنس سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگا مگر پھر ماسٹر زیرو کا خیال آتے ہی اس نے اکتاہٹ کو جھٹکنے کی کوشش کی اور کار پہ توجہ مرکوز کی جو ایک بڑے سے شاپنگ مال کے سامنے بنی پارکنگ کی طرف مڑی تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کار سے کافی فاصلے پہ پارک کی اور اتر کر کار کی طرف بڑھا۔ کار سے دو مچھندر نکل کر شاپنگ مال کی طرف بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں ایک بڑا سا بیگ بھی تھا۔ دونوں خوب پلے ہوئے تھے۔

شاپنگ مال میں پہنچ کر وہ لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ وہ بھی ان کے پیچھے ہی تھا مگر فاصلے پہ تھا تاکہ کسی قسم کا شک یا ٹکراؤ نہ ہو۔ جیسے ہی وہ دونوں لفٹ میں گھسے اور لفٹ کا دروازہ بند ہوا وہ

تقریباً دوڑتے ہوئے لفٹ کے پاس پہنچا اور پینل پہ دو کا ہندسہ دیکھ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور تیزی سے سیڑھی بہ سیڑھی اپنی منزل ، یعنی دوسرے فلور کی طرف بڑھتا گیا۔ دوسرے فلور پہ پہنچتے ہی اس نے دیکھا کہ لفٹ واپس نیچے چلی گئی ہے، اس نے دوڑ کر راہداری میں نظر گھمائی۔

دونوں مچھندر کہیں نظر نہ آرہے تھے، وہ سانس کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھتا گیا اور دکانوں میں نظر گھماتا گیا۔ ہر دکان کی سامنے والی دیوار چونکہ شیشے کی تھی تو تانک جھانک میں آسانی تھی۔

جیسے ہی وہ ایک کپڑے والی دکان کے سامنے ہوا، ایک جھٹکے سے وہ پیچھے ہٹا۔ وہ پہلوان کاؤنٹر پہ بیگ رکھے کھڑے دکاندار سے باتیں کر رہے تھے۔ اس نے دکان کا نام دیکھا، فون نمبر ذہن نشین کیا اور واپس مڑ گیا۔

لفٹ کی مدد سے وہ گراؤنڈ فلور پہ پہنچا اور وہاں سے جلدی ہی اپنی موٹر سائیکل کے پاس۔ موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے وہ پارکنگ سے نکل کر قریب ہی ایک دکان کے سامنے رک گیا اور موبائل نکال کر اس کے دھیان لگ گیا، ساتھ ساتھ اس کار پہ نظریں

بھی جمائے کھڑا ہوا تھا کیونکہ وہ ان آدمیوں کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ واپس آئے ، کار میں سوار ہو کر پارکنگ سے نکل کر، اُس کی مخالف سمت، یعنی واپس چل دیئے۔ اس نے بھی جلدی سے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور ان کے پیچھے چل دیا۔

دوبارہ تقریباً دس منٹ کی مسافت کے بعد وہ اس گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے شہر سے باہر مضافات کی جانب جا رہا تھا۔ اس سڑک پہ ٹریفک کم تھی اس وجہ سے اس

نے کار سے فاصلہ بڑھا لیا۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ایک موڑ مڑتے ہی وہ بوکھلا گیا، سامنے خالی سڑک اس کا منہ چڑھا رہی تھی، اس سے پہلے کہ وہ بریک پہ پاؤں دباتا، ٹھک کی ہلکی سی آواز آئی اور ایک گرم سلاخ اس کی کمر میں گھسی۔

"اوہ" کی آواز کے ساتھ موٹر سائیکل ڈولی اور زوردار دھماکے سے ایک کھمبے سے ٹکرائی، اس کا سر پوری قوت سے زمین سے ٹکرایا، ساتھ ہی یکلخت اس کی آنکھوں کے سامنے آگ بھڑکی اور پھر وہ بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

اسے ماسٹر زیرو کی طرف سے حکم ملا تھا کہ کلب جازی میں جا کر تفتیش کرے کہ وہاں دو افراد کو گولیاں ماری گئیں، وہ کس نے ماریں اور کیوں؟ اسی تفتیش کے چکر میں پھنس کر وہ اس حال میں پہنچا تھا کہ بے یار و مدد گار ایک ویران سڑک پہ پڑا تھا۔

شہر کا وہ حصہ غیر آباد دن کی روشنی پھیلی ہونے کے باوجود کوئی ذی روح نظر نہ آرہا تھا۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ خاموشی سے یوں لگتا تھا کہ وہ شہری علاقہ نہیں، کوئی دیہاتی علاقہ ہے جس کے مکین صبح سویرے کھیتوں میں کام کرنے نکل گئے ہیں لیکن اس خاموشی کی وجہ کچھ اور تھی۔

آبادی کی ایک طرف اونچی اور لمبی دیوار تھی جو دور تک چلی جاتی تھی، دیوار کی دوسری طرف سڑک تھی۔ اسی دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑا رقبہ تھا جو ایک ریٹائرڈ کلرک کا پشتینی رقبہ تھا۔ کلرک کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹیاں بڑی تھیں، جو کہ شادی کے قابل تھیں اور لڑکا ابھی یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا۔

کلرک جن کا نام سجاد اختر تھا، کوئی اتنے نیک نام تو نہ تھے مگر کچھ نہ کچھ عزت ضرور رکھتے تھے اور اب تو عمر کے اس حصے میں تھے جہاں ویسے ہی ان کا احترام کیا جانا چاہیئے تھا۔

وہ اسی پلاٹ کو بیچ کر لڑکیوں کی شادی، جہیز اور ان کا وراثت میں حصے نکالنا چاہتے تھے کیونکہ پلاٹ ایک تو شہر میں تھا، دوسرا سڑک کے ساتھ، جس کی منہ مانگی قیمت مل سکتی تھی اور اب موقع تھا کہ وہ اسے بیچ ہی دیتے مگر جیسے ہی وہ ایک پراپرٹی ڈیلر کے پاس پہنچے، ان کا پلاٹ نظروں میں آگیا، ان کی ذاتی پروفائل اور ان کی توانائی کو دیکھتے ہوئے اسی پلاٹ میں اگلے دن، سجاد صاحب کے کل وزن سے بھاری زلفوں اور مونچھوں والے لوگ چارپائیاں بچھائے حقہ پینے کا شغل فرمانے لگے، اس سے اگلے دن ان کی تعداد بڑھی اور دو چار دن میں رقبے پہ قبضہ ہو گیا۔

"بیٹا۔۔ تم یہ جگہ چھوڑ دو خدا کے لئے۔۔" سجاد اختر نے منت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"خدا کے لئے تو پوری کائنات پڑی ہے، ہم نے تو بس یہ ایک چھوٹا سا حصہ لیا ہے۔" ایک غنڈہ ہنس کر بولا۔

"بیٹا۔۔ یہی میری جمع پونجی ہے، میری جوان بیٹیاں ہیں جن کی شادی کا خرچہ اسی پلاٹ سے نکلے گا۔۔ مجھ پہ رحم کرو۔۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"اوہ۔۔ یہ مسئلہ ہے۔۔ سجاد صاحب۔۔ پلاٹ ہمارے پاس ہے، بیٹیاں بھی بھیج دو، تمہاری جان چھوٹ جائے گی اور ان کے بھی شادی کے شوق پورے ہو جائیں گے۔۔ تم پرلوک سدھار جانا، ہم ان کے خیال رکھیں گے۔۔ ان کی شادی کیئے بغیر ہی ہم تمہارا بوجھ ہلکا کر دیں گے۔۔"

ایک اور غنڈے نے کہا تو سب گلا پھاڑ کر ہنسے۔ سجاد صاحب کا جی چاہا کہ ان کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز ہو جس سے ایک ایک غنڈے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دیں مگر ان کی عمر، صحت اور معاشرے میں مقام اس عمل کا متحمل ہی نہ تھا۔۔ اس بات کے بعد ان کے حلق سے کچھ نکلا ہی نہ۔۔ وہ سر جھکائے، آنسو بہاتے گھر کی جانب چل دیئے۔

"ابا۔۔۔ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟۔۔ اللہ کوئی نہ کوئی رستہ ضرور نکالے گا۔۔" بڑی بیٹی ماریہ نے باپ کو چائے کا کپ تھماتے ہوئے کہا۔

"بیٹی۔۔ انسان کی اپنی کوشش بھی تو ہوتی ہے۔۔ تم تینوں کی شادیاں کیسے کروں گا میں۔۔ نجانے کیسے انسان ہیں یہ لوگ جنہیں کسی کے دکھ درد سے واسطہ ہی نہیں۔۔ اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے انسان۔۔" وہ رندھے ہوئی آواز میں بولے۔

چائے کا کپ انہوں نے ایک طرف رکھ دیا۔

"ابا۔۔ آپ جو کر سکتے تھے کر چکے ہیں۔۔ ہم بھی آپ کے پاس ہی ٹھیک ہیں، کہیں نہیں جانا ہم نے۔۔" تینوں بیٹیوں کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

"مجھے فخر ہے اپنی بیٹیوں پہ۔۔" انہوں نے لہجے کو مضبوط کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"دیکھیں آپ ہم سے ڈرامہ نہ کریں۔۔" بڑی بیٹی نے لاڈ سے کہا۔

"ایک زمانہ تھا جب بیٹی کو جسمانی طور پہ زندہ درگور کیا جاتا تھا، اب زمانہ جدید ہو گیا ہے، اب ہزار طریقے ہیں وہی کام کرنے کے مگر سب دین دار بھی ہیں۔۔" وہ دکھ سے بولے۔۔

"ابا۔۔۔" وہ روتی ہوئیں سجاد اختر سے لپٹ گئیں۔

یہ ایک دن کی بات نہیں، ہر ہفتے اور کبھی کبھی تو روز کی بات

تھی، سجاد صاحب جب بھی غنڈوں کو پلاٹ سے ہٹانے گئے، بیٹیوں کی عزت الفاظ میں ہی تار تار کروا کر واپس آئے۔ انہوں نے پولیس کی مدد لینے کی کوشش کی اور قبضے میں بہتری آگئی۔ تھانے جانے کے اگلے دن ہی رقبے پہ لاٹھیوں کی جگہ بندوقیں اور شراب وافر مقدار میں آگئی، ساتھ ہی ایک وکیل آ کے سجاد صاحب کے کان کھینچ گیا کہ ان لوگوں کے پاس کاغذات ہیں، اگر زیادہ اڑنے کی کوشش کی تو سجاد صاحب کی زندگی جائے گی اور لڑکیوں کی ڈولیاں بھی اٹھالی جائیں گی۔

سجاد صاحب کے خاندان میں بھی کچھ اثر و رسوخ والے افراد تھے، وہ ان کے پاس جا پہنچے، انہوں نے رشتہ داری کا حق خوب نبھایا اور قبضہ گروپ سے اپنا حصہ لے کر سجاد صاحب کو ٹرخانا شروع کر دیا۔ اور سجاد صاحب مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔

* * *

وسیع احاطے پہ بنایا گیا ہسپتال ہر طرف سے لمبی لمبی گھاس میں یوں چھپا ہوا تھا جیسے وہ یتیم ہو جبکہ حکومت کی طرف سے باقاعدہ ماہانہ اخراجات ملتے تھے جن سے اگر کوئی بڑا کام نہ بھی ہو سکتا ہو تو کم از کم گھاس کاٹنے والا ضرور رکھا جا سکتا تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اگر مالی گھاس ہی کاٹتا تو ڈاکٹروں کے نسخے پڑھ کر دوائیاں کون مریضوں کو تھماتا۔

ہسپتال میں گہما گہمی کا منظر تھا، نہ صرف اس قصبے کے بلکہ آس پاس کے چھوٹے علاقوں کے مریض وہاں جمع تھے، در حقیقت یہ کوئی رش نہ تھا، ڈاکٹر صاحب کہیں بہت مصروف تھے جس وجہ

سے تمام کے تمام مریض صبر کرنا سیکھ رہے تھے، یہ الگ بات ہے کہ کچھ مریض بہت ہی بے صبرے تھے اور الٹیاں کرتے پھر رہے تھے، کچھ کا تو خون واہیات انداز میں بہے جا رہا تھا، شاید اسے بتایا نہیں گیا تھا کہ صاحب بہت مصروف ہیں۔

اسی وقت ایک چھوٹی سی کار تیز رفتاری سے ہسپتال کی عمارت کے سامنے رکی اور اس میں سے ایک نوجوان نکلا۔ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ایک بزرگ کو کھینچ کر نکالا، بازوؤں پہ ڈالے اندر کی طرف بڑھا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ کوئی خاص ایمر جنسی نہیں ہے۔

"گاڑی میں ایک اور مریض ہے، سٹریچر لے جاؤ۔۔ نرسیں جائیں، خاتون مریض ہے۔۔" وہ چیختا ہوا اندر داخل ہوا۔

اچانک وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا، اس نے حیرت سے نظر گھمائی۔ اس کی چیخنے، اور سٹریچر وغیرہ کے الفاظ سے کسی پہ کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ سب کے سب یوں اپنی پرانی حالت میں موجود تھے جیسے وہ سب گونگے بہرے ہوں یا وہ نوجوان غائب حالت میں یہ سب کر رہا ہے جسے نہ تو وہ دیکھ پا رہے تھے اور نہ ہی سن رہے تھے۔

ایک ادھیڑ عمر نرس اباسیاں لیتی ہوئی سٹریچر گھسیٹتے ہوئے بغیر اسٹیرنگ والی گاڑی کی طرح ایسے چل رہی تھی کہ نوجوان کو محسوس ہوا کہ کار تک پہنچنے سے پہلے وہ خود ہی بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔ اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے نظریں گھمائی اور ایک کمرے پہ ایمر جنسی روم لکھا دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔

کمرے میں پہنچ کر پھر زمین نے اس کے پیر پکڑ لیے، ایمر جنسی روم کی اپنی حالت

قابل فکر تھی، میلی کچیلی چادروں سے سجے بیڈ، جن میں سے ایک کی ٹوٹی ٹانگ کو اینٹوں کا سہارا دے کر کھڑا کیا گیا تھا، کھڑکیوں میں جہاں سے شیشے ٹوٹے تھے وہ گتہ لگا کر ہوا کی ناپسندیدہ آمدورفت کر روکا گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک بیڈ پہ بوڑھے وجود کو لٹایا اور پھر واپس مڑا۔

ہسپتال کی حالت دیکھ کر اس کی کنپٹی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں اور آنکھوں میں عجیب سی وحشت۔ باہر نکل کر وہ تیزی سے بر آمدے میں پہنچا، تب تک مریضہ خود نکل کر سٹریچر پہ لیٹنے کی کوشش کر رہی تھی اور نرس نے سٹریچر کو بلا اجازت حرکت سے روکنے کے لئے پکڑ رکھا تھا۔

"تم انہیں لٹاؤ۔۔" اس نے دانت پیستے ہوئے سٹریچر کو پکڑا تو نرس اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مریضہ کی طرف رینگتی ہوئی بڑھی۔

تھوڑی دیر میں مریضہ سٹریچر پہ لیٹنے میں کامیاب ہوئی تو نوجوان سٹریچر کو دھکیلتے اندر کی طرف بڑھا۔

"اللہ تینوں خوش رکھے منڈیا۔۔" نرس نے جھولی پھیلاتے ہوئے خشوع خضوع سے دعا دی۔

"اور تم لوگوں کو ہدایت اور احساس دے۔۔" وہ جل کر بولا۔

جلد ہی وہ دوبارہ ایمر جنسی روم میں پہنچا، بوڑھا ابھی تک اکیلا ہی پڑا تھا، کوئی ڈاکٹر یا نرس قسم کی مخلوق اسے دیکھنے نہ آئی تھی۔

نوجوان خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اس نے سٹریچر دوسرے بیڈ کے ساتھ لگایا اور خاتون خود ہی کھسک کر بیڈ کی طرف بڑھی، جب وہ بیڈ پہ پہنچ چکی تو نوجوان سٹریچر سمیت باہر نکلا۔ سٹریچر کو مخصوص جگہ چھوڑ کر وہ نرس کی طرف چل دیا جو بس وہاں تک پہنچنے ہی والی تھی۔

"ڈاکٹر کہاں ہے؟۔۔"

"ڈاکٹر بابو تو مصروف ہیں، میں پٹی کر دیتی ہوں۔۔" نرس نے

کہا۔

"ہے کہاں ڈاکٹر؟۔۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"اپنے دفتر میں۔" سہمے ہوئے انداز میں ایک طرف اشارہ کیا۔

"مریضوں کو پٹی کرو، انہیں کچھ ہوا تو جان سے مار دوں گا۔"

وہ غراتے ہوئے ڈاکٹر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

دروازے پہ مزدور شخص، لکڑی کے اکلوتے بازو والی کرسی پہ بیٹھا تھا، نوجوان کو آگے بڑھتے دیکھ وہ دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"بابو اندر کام کر رہا ہے۔۔"

"سلائی کڑھائی کر رہا ہے بابو یا بال کاٹ رہا ہے کسی کے؟"

"کیا مطلب۔۔۔"

"ہٹو۔۔۔" اس نے مزدور کو ہاتھ سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اے صاحب۔۔ ہسپتال کے عملے سے الجھنے کی وجہ سے جیل بھی جا سکتے ہو، حکومت کا قانون نہیں پتہ تمہیں؟۔۔" اس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور جواب میں ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پہ پڑا اور وہ اچھل کر دیوار سے ٹکرایا۔

"یہ تمہارے قانون کے لئے۔۔"

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور وہیں رک گیا۔ اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلتی چلی گئیں۔ ڈاکٹر واقعی اندر بہت مصروف تھا۔ نوجوان تیزی سے ایک طرف دیوار سے لگ گیا۔

سامنے ڈاکٹر زمین پہ بیٹھا تھا، اس کے ہاتھ جڑے ہوئے تھے اور آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے، اس کی کرسی پر ایک معصوم سی لڑکی بیٹھی تھی جس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ ہونٹوں کو جکڑے خاموش رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"دیکھو۔۔ میری کیفیت سمجھو نا تم، میں مر جاؤں گا، جب سے تمہیں دیکھا ہے سب الٹ پلٹ ہو گیا ہے۔ کہیں بھی دل نہیں لگتا، تمہارے بغیر رنگینیاں بھی ویران سی لگتی ہیں، میری زندگی کا رنگ تم ہی ہو۔" وہ ہچکیاں لیتے لیتے بولا۔

"پپ۔۔۔ پلیز سر۔۔ میری امی نے بڑی مشکل سے مجھے نوکری کرنے کی اجازت دی ہے، میں ان کا نام خراب نہیں کرنا چاہتی۔ آپ شادی شدہ ہیں، آپ کو ایسی باتیں۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نوجوان کی آنکھیں منظر کو سمجھنے کے بعد سلگ رہی تھیں اور چہرہ بھی عجیب سا ہو رہا تھا۔

"تمہیں اپنے نام کی پڑی ہے، تمہاری یاد میں میری جان سولی پہ لٹکی رہتی ہے، میرا یقین کرو کہ تم ہی میرا پہلا پیار ہو۔ تم سامنے نہیں ہوتیں تو ایسا لگتا ہے جیسے میری بینائی چلی گئی ہو، ہر وقت دل جلتا رہتا ہے، کچھ تو رحم کرو"۔۔۔

ڈاکٹر نام نہاد عاشقی کے تمام کورس امتیازی نمبروں سے پاس کیا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"سر مجھے مجبور نہ کریں۔۔"

لڑکی نے اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا کیونکہ ڈاکٹر اس کے پیر پکڑ کر لیٹ گیا تھا۔

لڑکی نے زور لگا کر پاؤں کھینچا تو ایک ٹانگ ڈاکٹر کی گرفت سے نکل کر حادثاتی طور پہ اس کے منہ پہ جا لگی، ڈاکٹر کھٹکنے کتے کی طرح غرایا اور اچھل کر کھڑا ہو۔ اس کی مسکینیت اچانک غائب ہوئی اور وہ گھور کر لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"یہاں جو بھی آتی ہے وہ میری مرضی پہ چلتی ہے ورنہ ساری عمر لوگوں کی گندی بیڈ شیٹیں ہی دھوتی رہتی ہیں۔۔ دیکھ لوں گا

تمہیں۔ ایک دن تمہاری عزت میرے قدموں کو چوم رہی ہو گی۔ دیکھتا ہوں تم ترقی کیسے کرتی ہو۔۔ گٹ لاسٹ "۔۔

ڈاکٹر نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا مگر اچانک خود ہی چونک گیا۔

"تم کون ہو اور تمہیں اندر کس نے آنے دیا؟۔۔۔"

وہ جیسے اچانک ڈی آئی جی بن کر دھاڑا۔

نوجوان جس کا اپنا صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا، وہ جواب دینے کی بجائے آگے بڑھا اور بڑھتا چلا گیا، اس کی خاموش پیش قدمی سے ڈاکٹر بے چینی سے پیچھے ہٹا۔

"کون ہو تم؟۔۔۔ تم جانتے نہیں میں کتنے بڑے گریڈ کا آفیسر ہوں۔۔ "اس نے نوجوان کو دھمکایا۔

نوجوان نے جواب دینے کی بجائے لڑکی کے سامنے رکا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر لڑکی کو آنکھوں سے اشارہ کیا، لڑکی اس کا اشارہ سمجھ کر بوکھلا گئی اور ڈاکٹر کے چہرے پہ رنگ ایسے آ جا رہے تھے جیسے غریب پہ مسائل۔

"مم۔۔ مم۔۔ میں کیسے۔۔۔"

لڑکی بوکھلا کر بولی مگر نوجوان نے پھر وہی اشارہ کیا اور غصے سے

اسے آنکھیں نکالیں، لڑکی تیزی سے جھکی اور پھر کھڑی ہوئی۔ اگلے لمحے ٹھک کی آواز سنائی دی ڈاکٹر صاحب گھوم کر دیوار چومنے لگے۔ جیسے ہی ڈاکٹر مڑا، اس کے دوسرے گال سے ٹھک کی آواز سنائی دی اور ڈاکٹر جھٹکے سے پچھلی دیوار سے لگا۔

"تت۔۔۔ تم غلط کر رہے ہو، آن ڈیوٹی ڈاکٹر کو جوتوں سے مارنا بہت بڑا جرم ہے۔"

"نکل باہر۔۔"

نوجوان پہلی بار بولا، بلکہ غرایا۔ اس کی آواز میں عجیب سے سرد پن اور ڈاکٹر کے لئے بیزاری بھری پڑی تھی۔

"مم۔۔ مم۔۔"

ڈاکٹر ہچکچایا تو نوجوان تیزی سے آگے بڑھا اور پھر تابڑ توڑ جوتوں کی برسات شروع ہوئی، ڈاکٹر چیختا ہوا باہر کی طرف لپکا جیسے باپ کے مارنے پہ بچہ چیختا ہوا اماں کی طرف دوڑتا ہے۔ نوجوان تیزی سے اس کے قدموں سے قدم ملاتا اور جوتے برساتا ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چیخ و پکار سن کر مریض اپنی تکلیف بھول کر کھڑے ہوتے چلے گئے اور سب کی نظریں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ڈاکٹر بچوں کی طرح چیختا ہوا دوڑ رہا تھا

اور اس کے پیچھے ایک نوجوان جوتوں سے اس کی سروس کرتے ہوئے آ رہا تھا۔

"مت مارو۔۔ مت مارو۔۔۔ کک۔۔ کیا چاہتے ہو۔۔۔"

"ایمر جنسی روم۔۔۔" اس نے پوری قوت سے جوتا اس کی کمر پہ رسید کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر تیزی سے دوڑنے لگا۔۔ اگلے لمحے وہ ایمر جنسی روم میں گھسا اور اندر گھستے ہی دروازہ بند کر لیا۔

"اب تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے کیا گھٹیا حرکت کی ہے، تمہیں مزہ چکھاتا ہوں۔۔"

ڈاکٹر زہریلے انداز میں قہقہہ لگا کر بولا اور ساتھ ہی اس کا قہقہہ دب گیا کیونکہ اس کا ہاتھ کمر پہ لگنے سے درد کی لہر اس کی جسم میں دوڑ گئی۔

"الو کا پٹھا۔۔۔"

ڈاکٹر غرایا اور جیب سے موبائل نکال کر تیزی سے ایک نمبر ملایا۔ ڈاکٹر کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا اور چیخ چیخ کر کسی کو بلا رہا تھا۔

ڈاکٹر جب کال کر چکا تو اس نے چیخ کر نوجوان کو دوبارہ دھمکی لگائی، پھر دھمکی لگائی مگر وہ بہت حیران ہو رہا تھا کہ نوجوان نے

نہ تو دروازہ پیٹا ہے اور نہ ہی کوئی جواب دیا ہے، وہ دروازے کی طرف بڑھا اور دروازے سے کان لگا کر سن گن لینے کی کوشش کی مگر باہر مکمل سناٹا تھا۔

"ص۔۔ صص۔۔ صاحب۔ وہ بھاگ گیا۔" باہر سے اس کی ملازم کی آواز سنائی دی۔

"ایسے کیسے بھاگ گیا الو کا پٹھا۔۔"ڈاکٹر اپنی بے عزتی کی وجہ سے جھلایا ہوا تھا اس نے تیزی سے دروازہ کھولا، اس کا ملازم سہا ہوا کھڑا تھا۔

"کہاں گیا وہ خبیث۔۔" ڈاکٹر غرایا اور اگلے ہی لمحے اسے کالر سے پکڑ کر کسی نے

کھینچا اور ساتھ ہی اس کی کمرے پہ ٹھک کے ساتھ دوبارہ جوتی پڑی۔

"ہائے میں مر گیا۔۔۔او ظالم۔۔ حرام خور۔۔۔ مم۔۔ تمہیں دیکھ لوں گا۔"

"اندر پڑے زخمیوں کو کچھ ہوا تو میں تمہیں دیکھ لوں گا۔۔ چلو اندر۔۔"اسی نوجوان کی غراتی آواز سن کر ڈاکٹر بوکھلا گیا، وہ تیزی سے اندر گھسا، اس بار نوجوان اس کے ساتھ ہی تھا۔

نوجوان نے بڑی ذہانت سے اس سے بند دروازہ کھلوایا تھا، وہ جانتا تھا کہ اگر وہ خود دروازہ توڑ بھی دے تو ڈاکٹر نہیں کھولے گا لیکن اگر اس کا ملازم کہے گا کہ وہ نوجوان بھاگ گیا ہے تو ڈاکٹر ضرور دروازہ کھولے گا، اس کام کے لئے ملازم کے سامنے جوتی کو گھمانا ہی کافی ثابت ہوا کیونکہ وہ ڈاکٹر کی درگت بنتے دیکھ چکا تھا، لہٰذا گھومتی جوتی کی ہلکی سے ہوا نے ہی اثر دکھایا اور اس نے وہی کہا جو نوجوان نے اسے بتایا اور ڈاکٹر اچھل کر باہر نکلا۔

نرس نے زخمیوں کے زخم کافی حد تک صاف کر دیئے تھے اور ڈریسنگ میں مصروف تھی۔ اس معاملے میں وہ کافی مشاق اور تیز نظر آرہی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کام کرنا جانتی ہے مگر آلسی ہے۔

ڈاکٹر تیزی سے بزرگ کی طرف بڑھا، نوجوان یہ دیکھ کر مڑ کر کھلے دروازے میں چوکھٹ سے کمرے ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔

بیس سے پچیس منٹ تک ڈاکٹر کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے کیونکہ وہ کن اکھیوں سے نوجوان کے ہاتھ میں پنڈولم کی طرح جھولتی جوتی دیکھ رہا تھا، جلد ہی بزرگ اور خاتون کے زخموں کی ڈریسنگ بھی ہو گئی تھی، اس سے پہلے کہ ڈاکٹر کچھ کہتا، تیز سائرن

کی آواز سن کر ڈاکٹر کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا۔

سائرن چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ کوئی بڑا افسر اپنی فوج کے ساتھ وارد ہونے کو ہے۔

"آ گیا تمہارا باپ۔۔۔" ڈاکٹر نے نفرت سے فرش پہ دھوکتے ہوئے کہا۔

"ہسپتال کے فرش پہ تھوکتے نہیں۔۔"

نوجوان نے کہا اور اڑتی ہوئی سینڈل ڈاکٹر کی پیشانی سے ٹکرائی، ڈاکٹر ہڑبڑا کر پیچھے

ہٹا اور بیڈ سے الجھ کر پشت کے بل زمین پہ آ رہا۔

" دیکھتا ہوں کون آیا ہے۔۔" نوجوان نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا اور خود ہی

باہر کی طرف بڑھا۔

"اوئے مردود۔۔۔ بھاگ کر جا، انسپکٹر کو بتا کہ یہی ہے وہ، بھاگ نہ جائے کہیں۔۔" ڈاکٹر نے کہا تو ملازم تیزی سے باہر کو لپکا۔

☆

ہال میں ہونے والا بے ہنگم پن اچانک تھم گیا جیسے کسی نے بٹن دبا کر چلتی فلم کو روک دیا ہو، سب کی نظریں ہال کے مرکزی دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ ایسا نہیں تھا کہ سب نے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھا تھا، بلکہ جس جس نے دیکھا تھا اس نے ٹہوکا مار کر دوسرے کو متوجہ کیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کی آنکھیں لوہے کے ذرات تھے اور دروازے پہ طاقتور مقناطیس۔

مرکزی دروازے پہ ایک مقامی مقناطیس لڑکی کھڑی تھی، وہ کمرے پہ ہاتھ رکھے ہال کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے جینز اور ڈھیلی ڈھالی مردانہ شرٹ پہن رکھی تھی، بال بڑی نفاست اور

خوبصورتی سے جوڑے کے سے انداز میں سیٹ کئے گئے تھے۔ سرخ سفید رنگ اور نہایت پرکشش اور حسین ۔ وہ بڑی معصومیت سے سب کو دیکھ رہی تھی، اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتی تھا جیسے کوئی معصوم پری اچانک دوزخ کے دہانہ پہ آن کھڑی ہوئی ہو۔ اس کی نسوانی شخصیت میں اس طرح کی کشش تھی کہ ہر آنکھ اس پہ جمی ہوئی تھی۔

وہ ہر میز کے پاس سے گزرتے ہوئے بڑے لبھا دینے والے مگر معصومیت بھری نظروں سے ہر ایک شخص کو دیکھتے ہوئے گزرتی جا رہی تھی اور جس میز سے گزر جاتی، اس پہ براجمان مقامی و غیر مقامی شاہین تو اندر ہی اندر مَر مُک جاتے۔

"کیا تلاش کر رہی ہو ہنی؟۔۔۔" ایک میز کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک نام نہاد غنڈہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"اپنے لئے پارٹنر۔۔" لڑکی بے باک انداز میں بولی اور پھر خود ہی ہنس دی، اس کی ہنسی۔۔۔۔ ہر طرف سے اُف کی آوازیں بلند ہوئیں۔

"ادھر آجاؤ۔۔۔ ادھر آجاؤ۔۔ جنت دکھادوں گا۔۔۔"

ہر طرف سے شاہین پھڑ پھڑانے لگے مگر اس نے کسی کی بات پہ

بھی کان نے دھرے اور مایوسی سے منہ بناتی ہوئی کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔

"سب کے سب ناکارہ۔۔" وہ سٹول پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تم نے سب کو چیک ہی کہاں کیا ہے؟۔۔" ساتھ والے سٹول پہ بیٹھا درمیانے قد اور ورزشی جسم کا شخص اس کی طرف مسکراتے ہوئے مڑا۔

"اوہ۔۔۔" لڑکی اسے دیکھتے ہی بے اختیار بولی۔

"سچ کہا آپ نے مسٹر۔۔۔" لڑکی نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"روپ سنگھ۔۔۔"

اس شخص نے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ادب سے کہا جیسے اپنے ابا جی سے بات کر رہا ہو۔

"آپ اپنے نام کے مطابق ہیں، روپ۔۔۔بہت پیارا نام ہے۔۔" لڑکی مسکرائی اور روپ سنگھ لڑکی کی مسکراہٹ کو رضامندی تصور کر کے مسکرایا۔

"ناچیز کی تعریف کے لئے شکریہ۔۔ آپ کس پرستان سے تشریف لائی ہیں؟۔۔"

"تعریف کرنے میں آپ کو کمال حاصل ہے۔۔ میں اسی شہر سے ہوں لیکن کافی عرصے بعد آئی ہوں شہر۔۔" وہ دلفریب مسکراہٹ روپ کی طرف اچھالتے ہوئے بولی۔

"کہاں سے؟۔۔" روپ مسکرایا۔

"گریٹ کنگڈم۔۔ میرے والد صاحب کا وہاں ہوٹلز کا کاروبار ہے۔" وہ مسکرائی۔

"کیا پئیں گی آپ؟۔۔"

"اب جب ملاقات ہو گئی ہے تو یہاں رہ کر کچھ پینا ضروری ہے؟۔۔" لڑکی نے اس کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ۔۔ نہیں۔۔ کہیں اور چلتے ہیں۔۔"

روپ نے فوری کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور لڑکی بھی کھکھلا کر ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ دونوں تیزی سے باہر کی طرف بڑھے۔ شکار اس طرح ہاتھ سے جاتے دیکھ کر ایک بار تو شاہین دلوں پہ ہاتھ رکھ کر لٹک گئے مگر اس سے "کم" پہ راضی ہوتے ہوئے آس پاس کی لڑکیوں پہ متوجہ ہوتے چلے گئے۔

"کیا آپ کار پہ آئی ہیں۔۔۔"

"نہیں۔۔ میں شکار پہ آئی ہوں، ایسے میں کار کی کیا ضرورت

۔۔"

لڑکی نے بھرپور نظر روپ کے سراپے پہ ڈالتے ہوئے معنی خیز اور قاتلانہ انداز میں کہا اور روپ کا جی چاہا کہ اسے پر لگ جائیں اور اس پری کو اٹھا کر وہ کہیں دور۔۔ بہت دور نکل جائے۔ اس سے لڑکی کی قاتلانہ نظریں سہی نہیں جا رہی تھیں اور لڑکی کی بے باکی۔۔۔ حسن اور معصومیت پہ ایسا انوکھا تڑکا لگا رہی تھی کہ روپ کے منہ میں پانی بھر آیا۔

"میری گاڑی حاضر ہے۔۔" اس نے لکھنوی انداز میں جھک کر کہا۔

اس کے چہرے پہ فتح کی چمک تھی جیسے سکندر اعظم کی لَڑی سے ہو اور اس کی جگہ لینے والا ہو، وہ پچھلے دو دن سے دعا کر رہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے پاس آ کر بیٹھے اور کسی طرح تعارف ہو اور آج اس کی یہ خواہش پوری ہو رہی تھی۔

"میرا نام سوہنی ہے۔۔" لڑکی اس کا انداز دیکھ کر مسکرائی۔

"اور آپ واقعی سوہنی ہیں۔۔" وہ بھی مسکرایا۔

"سوہنی۔۔۔ روپ۔۔۔"

یہ بڑبڑاہٹ سن کر روپ کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"کیا کہا آپ نے؟۔۔" اس نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"کک۔۔ کچھ نہیں۔۔" لڑکی نے ادا سے لٹ سلجھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے آپ نے کچھ کہا۔۔" روپ نے جان بوجھ کر انجان بنتے
ہوئے کہا کہ لڑکی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ بڑبڑاہٹ سن چکا ہے۔ وہ روپ کی مہنگی اور چمچماتی کار میں بیٹھے اور کار دھیمی رفتار سے پارکنگ سے نکلتے ہوئے گیٹ کی طرف روانہ ہوئی۔

"آپ کہاں رہتے ہیں؟۔۔" سوہنی نے کافی دیر چپ رہنے کے بعد پوچھا۔

"آج کل ہوٹل ہالیڈے میں رہائش پذیر ہوں۔"

"اوہ۔۔ تو آپ یہاں کے رہائشی نہیں ہیں۔۔" سوہنی حیرت سے بولی۔

"جی نہیں۔۔ ایک کام کے سلسلے میں آیا ہوں، میرا تعلق ہندلینڈ سے ہے۔ "

"تو آپ بھی کاروباری شخصیت ہیں۔۔"

"جی بالکل۔۔ آپ کے ڈیڈ کی طرح۔۔" وہ مسکرایا۔

"چلیں، میں دوماہ کی چھٹیوں پہ ہوں، آپ کی کمپنی میں اچھا وقت گزرے گا۔"

"لیکن میں اتنے دن نہیں رکوں گا، دو ہفتوں کا کام ہے بس۔۔ پھر واپسی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔۔ ایسے کیسے جا سکتے ہو تم۔۔"

سوہنی فوری آپ سے تم پہ آگئی اور روپ کا دل کٹے صابن کی طرح اس کے جملے کی دھار سے کٹ کر رہ گیا۔

"مجبوری ہے، تم میرے ساتھ بھی تو جا سکتی ہو۔" روپ نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم یہ دو ہفتے ہر وقت ساتھ رہیں۔۔" سوہنی نے حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"گارنٹی نہیں مگر میں کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ وقت ساتھ گزرے۔۔"

روپ نے مرید ہوتے ہوئے کہا۔

"کوشش۔۔۔ ہوں۔۔۔ تو میری یہ اہمیت ہے تمہاری نظروں میں۔۔" سوہنی نے اچانک گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ نہیں۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔" وہ مزے لیتا ہوا ہنسا۔

سوہنی نے واقعی اس کے دل کے بھی دل پہ چوٹ لگائی تھی،

سوہنی کی شخصیت کے سامنے اسے پوری دنیا ہیچ نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں دل کی بات کہہ رہی تھی اور اس کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ روپ کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ۔۔۔ کہ وہ۔۔ اس کے پاؤں میں ہی لیٹ جائے۔

"تو کیا مطلب تھا؟۔۔" سوہنی نے چڑ کر کہا۔

"دراصل میری کچھ میٹنگز ہیں، کچھ ٹاسک ہیں جو یہاں کی ایک نہایت طاقتور شخصیت نے میرے ذمے لگائے ہیں، وہ پورے کرنے ہیں۔"

اس نے مبہم سا جواب دیا۔

"یعنی مجھ سے بھی طاقتور اور اہم شخصیت۔۔" اس نے بات دہرائی۔

"ارے تم تو سب سے اہم ہو گئی ہو۔۔ تم نے سلطان کا نام تو سنا ہو گا؟۔۔" روپ نے کہا تو سوہنی چونک گئی۔

"سلطان تو بہت سے ہیں یہاں، ایک ڈیڈ کے دوست بھی ہیں۔ سینما ہاؤس کے مالک ہیں۔۔"

"ارے وہ نہیں، سلطان عظیم، فیروز نگر سے یہاں شفٹ ہوا اور کافی عرصے سے اسی شہر میں ہے۔ یہاں کے بااثر لوگوں میں سے

ہے۔ ان کے ساتھ میری میٹنگز ہیں کچھ، ایک تو کل ہی ہے۔۔"

روپ نے فاخرانہ انداز میں کہا۔

اس سے پہلے کہ سوہنی کچھ بولتی، اس کے موبائل فون کی مترنم سے گھنٹی بجنے لگی۔

"تمہاری طرح تمہارے فون کی گھنٹی بھی دل کے تار بجا دیتی ہے۔۔"

"اس انداز میں تعریف کے لئے شکریہ۔۔" سوہنی کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا، اس نے کال ریسیور کی۔

"یس ڈیڈ۔۔" اس نے کہا تو روپ نے چونک کر دیکھا۔

"کک۔ کیا ہوا ڈیڈ کو؟۔۔" چند لمحے وہ دوسری طرف سے بات سننے کے بعد چیخی۔

"کک۔۔ کیسے ہوا یہ؟۔۔"

"اب کہاں ہیں وہ؟۔۔"

"مم۔۔ میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتی، میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔۔"

ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اسے والد کے پاس آنے سے روک رہا تھا، اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

"مجھے گھر جانا ہو گا، ڈیڈ کو دل کا دورہ پڑا ہے۔۔"

"اوہ شِٹ۔۔۔"

روپ نے صدمے سے بھرپور لہجے میں کہا، اسے کچھ اور ہی صدمہ تھا، مگر سوہنی کو دکھا رہا تھا کہ اس کے باپ کا دکھ ہو رہا ہے۔

"جلدی پلیز۔۔۔" سوہنی نے اسے رستہ بتاتے ہوئے کہا۔

روپ نے وقت اور سوہنی کے باپ سمیت اس شخص کو دل کھول کر گالیاں دینا شروع کیں جس نے کال کر اس کا پروگرام چوپٹ کروا دیا تھا۔

لیکن مرتا کیا نا کرتا۔۔۔ ایکسیلیٹر پہ غصے نکالنے لگا۔

*

سائرن کی آواز بند ہو چکی تھی، ڈاکٹر نے نفرت بھری نظروں سے ان دوزخمیوں کی طرف دیکھا جن کی وجہ سے اس کی لِتر پریڈ ہوئی تھی اور پھر سر جھٹک کر پر اشتیاق نگاہوں کے ساتھ باہر کو لپکا۔

اس کا دل بلیوں کی طرح اچھل رہا تھا۔ جس طرح نوجوان نے سب کے سامنے جوتوں سے اس کی دعوت کی تھی اور ہر وہ ڈش اسی کھلائی تھی جس کا ڈاکٹر کو علم بھی نہ تھا، وہ تو اب جگہ جگہ درد کی وجہ سے ڈاکٹر کے علم میں یہ بات آئی کہ اس نے ڈاکٹر کے تقریباً سارے جسم کو ہی جائے وقوعہ میں بدل دیا ہے۔ اسی طرح

ڈاکٹر بھی من ہی من وہ بدلے لینے کے خیال میں جھومتا ہوا جب گیلری سے نکل کر باہر پہنچا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ اسکی آنکھیں جو جوتے کھا کھا کر کچھ نہ کچھ بڑی ہو گئی تھیں وہ مزید پھیلنے لگیں جیسے حلقے پھاڑ کر باہر نکل آئیں گی۔

وہ نوجوان سینے پہ ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے سامنے کھڑا تھا اور پولیس والے، انسپکٹر سمیت اسے سلیوٹ کر رہے تھے، ان کی ہونٹوں کی خشکی ڈاکٹر سے چھپی نہ رہ سکی، ڈاکٹر کے تو دوبارہ ہاتھ پاؤں پھول گئے اور جوتوں کی درد اچانک بڑھی، اس کا ہاتھ سینے کی طرف بڑھا جیسے دل کا دورہ پڑا ہو، اسے اور تو کچھ نہ سمجھ آئی، وہ خاموشی سے پلٹا اور وہاں سے کھسکنے لگا۔

"ڈاکٹر۔۔۔" نوجوان کی سخت آواز سن کر وہ رک گیا۔

"come here.."

نوجوان نے سخت میجر کی طرح حکم دیا تو ڈاکٹر رونی صورت کے ساتھ پلٹا اور مردہ قدموں کے ساتھ اس نوجوان کی طرح بڑھا جیسے سپلی لینے کے بعد بچہ اپنے والد صاحب کے بلاوے پہ ان کی طرف بڑھتا ہے۔

"ج۔۔۔جی۔۔"

ڈاکٹر کو اتنی تو سمجھ آ ہی گئی تھی کہ وہ نوجوان اونچی چیز ہے کیونکہ ڈاکٹر بھی آخر کار پڑھا لکھا، سمجھدار اور باشعور شہری تھا، ڈنڈے کی زبان تو اسے زبانی یاد تھی۔

"اندر جتنے مریض ہیں، ان کو چیک کرنے میں کتنا وقت لگے گا؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"سس۔۔۔ س۔ سر دو گھنٹے۔۔۔"

"اتنے لوگ تم نے اپنی حَوس کی خاطر بٹھا کر رکھے ہوئے ہوں۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کا سر مزید جھک گیا۔ ظاہر ہے نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ جسے وہ کم علمی کی وجہ سے حَوس کہہ رہا ہے وہ تو محبت ہے جو پوری قوم کے جوانوں کو ہوتی رہتی ہے اور ادھیڑ عمر تو زیادہ ہی محبت پسند واقع ہو رہے تھے۔

"جلد سے جلد سب کو چیک کرو۔۔ ورنہ تمہاری چھٹی۔۔"

"یی۔۔ یس۔۔ یس سر۔۔۔ ابھی کرتا ہوں سر۔۔۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"تو یہاں کھڑے کھڑے کیا کر رہے ہو، اندر دفع ہو جاؤ۔۔"

نوجوان دھاڑا تو ڈاکٹر یوں دوڑا جیسے پاگل کتے کے پیچھے انسان لگتے ہیں تو وہ دوڑتا ہے۔

"انسپکٹر۔۔ یہ انور پنساری کون ہے؟۔۔"

ڈاکٹر کے جاتے ہی نوجوان نے پوچھا تو انسپکٹر یوں اچھلا جیسے پاؤں پہ کسی نے کلہاڑی مار دی ہو۔

"کیا ہوا؟۔۔۔ کیا کوئی توپ چیز ہے؟۔۔" نوجوان نے پوچھا۔

وہ حد درجہ سنجیدہ اور کام سے کام رکھنے والا نظر آ رہا تھا۔

"سر۔۔۔ وہ توپخانہ ہے ہمارے لئے۔۔" انسپکٹر نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"کرتا کیا ہے؟۔۔"

"حکیم بھی ہے، پنساری بھی اور مجرم بھی۔۔ شروع شروع میں تو چھوٹی موٹی چوری چکاری کرتا تھا، ایک بار جیل کا چکر بھی لگا آیا۔ جیل سے لوٹنے کے بعد اس کے اطوار ہی بدل گئے۔ اس نے پنسار خانہ کھولا، اور ساتھ دو حکیم بٹھا لیے۔ وہ دن اور آج کا دن۔۔ وہ پیسے سے نہایا ہی رہتا ہے۔ اب وہ خود دکان پہ نہیں بیٹھتا، صرف اتوار والے دن ایک گھنٹہ آ کر دکانداری کرتا ہے وہ بھی نجانے کیوں۔۔ اس کے علاوہ وہ کوٹھی میں ہی رہتا ہے۔

ویسے اس کے ہاں بڑے بڑے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، وزیروں کی آمد تو اس کے لئے معمولی بات ہے۔ ایک بار ہمیں

شک ہوا کہ اس کے حکیم جڑی بوٹیوں کے بہانے کچھ اور ہی لاتے ہیں، اس کی تفتیش بھی کی گئی مگر ایک تو ثبوت نہیں ملا اور دوسرا ہماری وہ کتوں والی کی گئی کہ اب پنسار خانے کی طرف دیکھنے کی جرات نہیں ہوتی۔" انسپکٹر نے قدرے جذباتی انداز میں بات ختم کی۔

"میں جن زخمیوں کو لایا ہوں، انہیں جن لوگوں نے مارا ہے، سنا ہے کہ وہ پنساری کے ہی آدمی ہیں۔" نوجوان نے اس کی بات پہ جیسے دھیان ہی نہ دیا ہو۔

"یہاں وقت آنے پہ سب اس کے آدمی بن جاتے ہیں، اسے کِھلانے کا فن خوب آتا ہے، اور کچھ چورا چکے ویسے بھی اس کا نام استعمال کرتے ہیں، وہ یہ بات جانتے ہوئے بھی فکر نہیں کرتا۔"

"اوکے۔۔۔ تم لوگ جاؤ۔۔ میں رپورٹ دے دوں گا کہ تم لوگوں نے تعاون کیا ہے۔" اس نے کہا۔

"تھینک یو سر۔۔ لیکن ایک گزارش ہے، پنساری کے منہ مت لگیے گا، وہ نہیں دیکھے گا کہ آپ کا تعلق وزیرِ دفاع سے ہے یا کسی اور سے۔۔"

"اوکے۔۔ میں خیال رکھوں گا، آپ کو جو دوسرا کام کہا ہے، وہ

فوری کریں۔"

اس نے کہا تو انسپکٹر سمیت سب سلیوٹ کر کے گاڑیوں میں سوار ہوئے اور اس بار

بغیر سائرن کے ہی گاڑیاں تیز رفتاری سے ہسپتال کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔۔ مگر باہر سڑک پہ جاتے ہی سائرن کا بٹن دبا دیا گیا۔

نوجوان نے ناگواری سے سر جھٹکا اور ایک بینچ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا رہا اور اسی خاموشی میں دو گھنٹے بیت گئے، قدموں کی ہٹ سن کر

بھی اس نے سر نہ اٹھایا۔

"شکریہ سر۔۔۔" معصوم آواز سن کر اس نے نظریں اٹھائیں۔

سامنے ڈاکٹر کے اظہار الفت و دعوتِ ذلت کی ماری لڑکی کھڑی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔۔" اس نے اٹھ کر لڑکی کے سر پہ ہاتھ رکھا تو لڑکی کی آنکھیں نم ہوئیں مگر ہونٹوں پہ مسکراہٹ ابھری۔

"پریشان مت ہونا، میں تمہاری پریشانی ایک بار ختم کر کے ہی

جاؤں گا، پھر بھی کبھی ضرورت پڑے تو مجھ سے رابطہ کرلینا، مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو۔۔" اس نے ایک کارڈ نکال کر لڑکی کو تھمایا۔

"بہت شکریہ بھائی۔۔" اس نے کارڈ تھامتے ہوئے خوشی سے لبریز لہجے میں کہا۔

"اب تم جاؤ۔۔ مریضوں کو تمہاری ضرورت ہے۔۔" اس نے دوبارہ نظریں زمین پہ جماتے ہوئے کہا۔

"اللہ حافظ بھائی۔۔"

"اللہ حافظ بیٹا۔۔۔"

لڑکی چلی گئی اور وہ پھر اپنی خاموشی میں کھو گیا، تقریباً پندرہ منٹ بعد دوبارہ قدموں کی چاپ سنائی دی تو اس کے ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ ابھری۔

"جناب۔ سب مریضوں کو چیک کر لیا ہے۔۔" ڈاکٹر کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہمارے ملک میں مسائل اتنے زیادہ ہیں کہ ہر ایک چیز پہ نگرانی رکھنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ انسان محدود ہے، اس کا vision بھی محدود ہے اور اسی وجہ سے غلطی کوتاہی کر جاتا ہے اور سب معاملات کو سنبھال بھی نہیں پایا، ایسے میں ٹھیک

رہنے کی ذمہ داری انفرادی سطح پہ آجاتی ہے۔

حقیقت یہ بھی ہے کہ جب انسان، اور خاص طور پہ مسلمان، اللہ کا خوف ہی نہیں رکھتا تو کسی اور نگرانی یا قانون کا خوف کیا رکھے گا، تم اگر ایمانداری کے دو گھنٹے بھی دو تو یہ قصبہ اور آس پاس کے چھوٹے چھوٹے دیہات سکون کی نیند سو سکتے ہیں، بیماری تو اللہ ہی ٹھیک کر سکتا ہے لیکن ڈاکٹر۔۔

ڈاکٹر امید ضرور جگا سکتا ہے، مرہم ضرور رکھ سکتا ہے۔۔ لیکن تم سے وہ بھی نہیں

ہو رہا۔۔ کیا بنے گا تمہارا اور ہمارا؟۔۔"

اس نے سر اٹھاتے ہوئے آخری جملہ بولا۔

"مم۔۔۔ میں سمجھا نہیں سر۔۔۔" ڈاکٹر اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے سر جھکا کر بولا۔

“You are fired...”

"جج۔ جی۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔ نیا ڈاکٹر پہنچنے ہی والا ہو گا۔۔ اپنے لنگوٹ اٹھاؤ اور شکل گم کرو یہاں سے۔۔۔۔"

"مم۔۔۔ آ۔۔ آپ۔۔۔"

نوجوان جواب دینے کی بجائے اٹھا اور یوں ہسپتال کی عمارت کی طرف بڑھا جیسے ڈاکٹر وہاں تھا ہی نہیں۔

"پنساری۔۔۔ اب تیری اور تیرے حکیموں کی باری۔۔" وہ بڑبڑایا۔

*

کبیر ہسپتال سے فارغ ہو چکا تھا جبکہ جبران کی حالت ایسی نہ تھی کہ چھٹی دی جاتی لہذا کبیر گھر کی طرف چل دیا تھا۔ اس کی پیشانی پہ شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا، آنکھیں ٹیکسی کی کھلی کھڑکی سے باہر مگر ذہن کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔ جبران کی بات مان کر وہ دونوں کلب جازی چلے تو گئے تھے مگر جس طرح کا سلوک ان کے ساتھ ہوا تھا وہ چونکا دینے والا تھا۔ اتنی دیدہ دلیری سے انہیں گولیاں ماری گئیں جیسے وہ حشرات الارض کے شودر ہوں۔

اس سے ایک بات تو صاف ہو گئی تھی کہ جبران کا شک درست تھا اور معاملہ بہت ہی اونچے اور خطرناک درجے کا تھا۔ اس کے علاوہ کبیر کا ذہن جس الجھن میں وہ گرفتار تھا وہ تھا

ساحر۔۔۔ ساحر نہ تو ہسپتال آیا تھا اور نہ ہی اس کی کوئی کال یا پیغام آیا تھا، یہ کبیر کے لئے حیرت کا سبب تھا کیونکہ ان تینوں۔۔۔ بلکہ چاروں کا آپس میں تعلق بہت خاص تھا لیکن ساحر۔۔۔ وہ بہت عرصے سے عجیب و غریب رنگ نکال رہا تھا جسے سمجھنا کبیر کے بس سے باہر ہوتا جارہا تھا، چیف کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ ساحر کی رنگ برنگی شخصیت سے مکمل طور پہ آگاہ ہے جس وجہ سے وہ پرسکون رہتا ہے اور ہر بار کہہ دیتا ہے کہ وقت آنے پہ سب سامنے آجائے گا، نجانے کب وہ وقت آئے گا۔۔۔ کبیر نے سوچا۔

اس سے اگلا سوال اس کے ذہن میں آتا تھا کہ پھر چیف کون ہے، وہ چاروں قریبی دوست ہونے کے باوجود ساحر کی زندگی کے کسی خاص حصے سے ناواقف تھے اور لارڈ اکلوتا وہ شخص تھا جو یہ راز جانتا تھا۔ لارڈ درحقیقت ہے کون۔۔ ساحر اس کے بارے میں جانتا ہے یا نہیں۔۔۔ اگر لارڈ کے سامنے ساحر کا مکمل روپ عیاں ہے تو پھر ساحر کے سامنے لارڈ کا روپ بھی عیاں ہے یا نہیں؟۔۔۔ یہ بھی ایک معمہ تھا۔

ساحر کے حوالے سے وہ مشکوک تو نہ تھا، اسے اتنا یقین تھا کہ

مناسب وقت پہ جو ضروری ہو گا ساحر خود ہی بتا دے گا لیکن اس کے باوجود اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ ایک بار تو اس نے سوچا کہ چیف سے ساحر کے بارے میں پوچھے، ہو سکتا ہے وہ ان پہ حملہ کرنے والوں کے پیچھے لگا ہو جس وجہ سے ہسپتال نہ آ سکا ہو، مگر پھر اس نے اس خیال کو جھٹک دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو ساحر ان سے معلومات لینے ضرور آتا۔

اب سوال یہ تھا کہ وہ ادھوری رہ جانے والی تفتیش کہاں سے شروع کرے۔ انہی سوچوں میں گم وہ تب چونکا جب ٹیکسی ایک ٹاؤن میں داخل ہوئی۔ اس نے ڈرائیور کو گلی نمبر بتایا اور جلد ہی ٹیکسی اس گلی میں داخل ہوئی۔ اس نے ایک درمیانے درجے کی کوٹھی کے سامنے ٹیکسی رکوائی اور اتر کر کرایہ ادا کر کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اگلے لمحے اس کی انگلی دیوار میں نصب گھنٹی کے بٹن کو دبا رہی تھی۔ جلد ہی دروازہ کھل گیا اور وہ ملازمین کی طرف سے ملنے والی دعاؤں کے سائے میں عمارت میں داخل ہوا جہاں اس کے والد، وجاہت خان کا چہرہ اسے دیکھ کر چمک اٹھا۔

سب سے ملتے ہوئے وہ سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا، جلدی سے

لباس بدلا اور میک اپ باکس پکڑ کر دروازے کی طرف مڑا۔

"کہاں چل دیئے؟۔۔" کرنل صاحب نے پوچھا۔

"ادھورا کام پورا کرنا ہے پاپا۔۔۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ساحر کہاں ہے؟۔۔"

"اس کا کچھ پتہ نہیں پاپا، وہ ہسپتال بھی نہیں آیا اور اس کی کال بھی نہیں آئی، کہیں مصروف ہی ہو گا۔۔"

"وہ تم لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے تو میری پریشانی سکون میں بدل جاتی ہے، اکیلے کیسے کرو گے یہ کام پورا؟ میرے خیال سے کام خطرناک نوعیت کا ہے۔ تھوڑی سی تفتیش کے بعد اگر وہ لوگ انتہائی قدم اٹھا سکتے ہیں تو اگر کوئی شخص پلٹ کر وار کرے تو اس کے لئے وہ کیا قدم اٹھائیں گے یہ سوچ کر ہی پریشان ہو گیا ہوں۔"

"پاپا۔۔ پریشان نہ ہوں، یہ کام تو ایسا ہی ہے کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے اور ساحر پہ انحصار کر کے بیٹھ جانا بھی تو دانشمندی نہیں، وہ یہی سکھاتا ہے کہ اپنے بل بوتے پہ کام کرنے کی قابلیت ہونی

چاہیئے۔۔۔"

'اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔۔" کہتے ہوئے وہ دروازے سے ہٹے اور کبیر تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

کرنل وجاہت، خود بھی کرنل تھے اور عملی زندگی کی اُن تمام مشکلات سے گزر چکے تھے جن میں ان کا بیٹا اب قدم رکھ چکا تھا۔ وہ حوصلہ مند اور بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھدار بھی تھے، ملک سے ان کا پیار بے لوث تھا مگر ایسے کمزور لمحات بھی زندگی میں آتے ہیں جب انسان اپنی اولاد کی تکلیف کا سوچ کر دکھی ہو جاتا ہے، کرنل پہ وہی کمزور وقت تھا۔

ان کا تجربہ کہتا تھا کہ اس بار گرین سروس کا ٹاکرا کسی اکھڑ مزاج ہے جو سوچنے کی مہلت دیئے بغیر گولی چلانا پسند کرتا ہے اور ایسے وقت میں ساحر غائب تھا، وہ چاہتے تو لارڈ سے بات کر سکتے تھے کیونکہ وہ ڈائریکٹرز میں سے تھے مگر یہ بات اصول کے خلاف تھی چنانچہ صبر کے گھوڑے کو تھپکی دیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔

کبیر کار میں سوار کلب جازی کی طرف رواں دواں تھا، چہرہ تبدیل ہو چکا تھا، لمبی سی داڑھی، بھاری مونچھیں اور گول شیشوں والی بڑی عینک، ناک پہ استراحت فرما رہی تھی۔ ہاتھ کی انگلیوں میں سے دو میں بھاری نگینوں والی انگوٹھیاں۔ شخصیت جان بوجھ کر بارعب لگ رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ سوچوں سے باہر نکلا، جیب سے موبائل نکال کر سکرین دیکھی، سکرین مکمل طور پہ صاف تھی مگر کال آ رہی تھی۔۔ اس نے تیزی سے گاڑی ایک طرف لگائی اور کال کی۔

"یس۔۔۔"

"لارڈ سپیکنگ۔۔۔ کہاں ہو؟۔۔" دوسری طرف سے ان کے چیف، لارڈ کی سخت آواز سنائی دی۔

"چیف کلب جازی جا رہا ہوں۔۔"

"تمہیں ہسپتال سے نکلتے ہی ساحر کو رپورٹ کرنا چاہئے تھا۔۔" اس کا لہجہ مزید سخت ہو گیا اور کبیر کے چہرے پہ شرمندگی ابھر آئی۔

"سوری چیف۔۔۔ خیال نہیں رہا۔۔"

"تم تا حکم ثانی، ڈائریکٹ مجھے رپورٹ کرو گے، ابھی روز گارڈن میں جاؤ۔۔ وہاں سے تمہیں کسی کا پیچھا کرنا ہے۔۔۔" اس نے کہا اور ساتھ ہی حلیہ بتا یا دیا۔

"یس چیف۔۔۔"

"اور یاد رکھنا کہ کسی قسم کے بھی حالات ہوں، تم نے کسی ہنگامے کا حصہ نہیں بننا، مجھے اس شخص کی مکمل معلومات اس طرح سے چاہئیں کہ وہ اس نگرانی کے بارے میں جان بھی نہ سکے۔۔۔"

"یس چیف۔۔۔۔"

دوسری طرف سے کال بند ہوتے ہی اس نے فون سائیڈ سیٹ پہ رکھا اور گاڑی کو آگے بڑھایا، اب اس کی منزل بدل گئی تھی، جو منصوبہ وہ گھر سے بنا کر نکلا تھا اس کی جگہ چیف کے حکم نے لے لی تھی۔ ہدایات سے اس نے اندازہ لگایا کہ کوئی ہنگامہ ضرور متوقع ہے جس سے چیف نے دور رہ کر نگرانی کرنے کا حکم دیا تھا۔

جلد ہی وہ پارک کے دروازے پہ پہنچا اور اس سے پہلے کہ وہ

گاڑی پارکنگ کی طرف لے کر جاتا، پارک کے دروازے سے تیز رفتاری سے لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے نکل رہے تھے جیسے ان کے پیچھے موت نہا دھو کر پڑی ہو، کبیر نے گاڑی دور ہی روکنے کی عقلمندی کی تاکہ رش میں پھنس نہ جائے۔ جلد ہی لوگوں کا گیٹ سے نکلنا اچانک رکا اور کچھ لوگ ایک لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے، ان کے ہاتھوں میں بھاری اسلحہ دیکھ کر کبیر چونک گیا، وہ لڑکی کو تو دیکھ نہیں پایا تھا کیونکہ وہ ان افراد کے نرغے میں تھی۔

کبیر نے اضطراری کیفیت میں پہلو بدلا جیسے اس لڑکی کو بچانا چاہتا ہو مگر چیف کی تنبیہہ یاد آتے ہی اس نے خود پہ جبر کیا اور ان افراد کے گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ بھی نکلنے ہی لگا تھا کہ گیٹ پہ ایک شخص کو دیکھ کر چونک گیا، اس کی آنکھوں میں تیز چمک ابھری اور نظریں اس شخص پہ ایسی چمٹ گئیں جیسے وہ اس کا کھویا ہوا پیار ہو۔

* * *

سلطان اپنی رہائش گاہ کے ڈرائنگ روم میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا، اس کی حالت ایسی تھی جیسے نشئی کو بہت عرصے سے نشہ نہ ملا ہو۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گھڑیال میں کھڑا ہو کر سوئیوں کو ہاتھوں سے تیز تیز گھماتے ہوئے وقت کی رفتار بڑھا دے۔ اچانک قدموں کی آواز سن کر وہ چونکا اور تیز سے ایک طرف موجود نفیس صوفے پہ یوں بیٹھا جیسے وہ بہت ہی صابر اور لاپرواہ شخصیت کا امتزاج ہو۔

دروازہ کھلا اور ایک صحتمند اور خوبرو نوجوان اندر داخل ہوا، اس نے جھک کر سلطان کو سلام کیا۔

"بیٹھو روپ سنگھ۔۔" اس نے بزرگانہ انداز میں اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ سلطان صاحب۔۔" روپ نے مودبانہ انداز میں کہا اور بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے؟۔۔۔" سلطان نے پوچھا

"شکریہ سلطان صاحب۔۔ میں ابھی کھانا کھا کر آیا ہوں۔۔"

اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ کام کی بات کرنا چاہتا ہے، شاید اسے کوئی بے چینی تھی۔

"گڈ۔۔ تو تم کام کی بات کرنا چاہتے ہو۔۔" سلطان مسکرایا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔۔" روپ مجبوراً مسکرایا۔

"میرا ایک آدمی مارا گیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم مستقل اس کی جگہ میرے ساتھ کام کرو۔" سلطان نے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"سلطان صاحب۔۔ آپ بڑے آدمی ہیں، مجھ جیسے پروانے کہاں ایک شمع پہ گرد گھوم سکتے ہیں، ہم چھوٹے لوگ ہیں۔"

وہ بڑے خوبصورت انداز میں اسے ٹال رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کسی کی ملازمت نہیں کرتے، معاہدہ کرکے

اسے اپنی مرضی اور انداز سے مکمل کرتے ہو۔ میرے ساتھ بھی معاہدہ کر سکتے ہو، فرق یہ ہو گا کہ یہ معاہدہ لمبے عرصے کے لئے ہو گا۔" سلطان نے مسکرا کر کہا۔

"اس کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟۔۔" روپ چونک کر سیدھا ہوا۔

"ہاں۔۔ تم میرے ملازم نہیں ہو، فریقِ دوم ہو جس سے مجھے یہی غرض ہے کہ وہ میرا دیا ہوا کام پورا کرے بس۔۔۔ کیسے پورا کرتے ہو یہ تمہاری مرضی۔"

"اس سے قیمت بھی بڑھ جائے گی۔" روپ نے کہا۔

"کتنی بڑھ جائے گی؟۔۔"

سلطان، شیخ کی کھال اوڑھنے کی تیاری میں نظر آ رہا تھا۔

"کتنی مدت کا معاہدہ ہے؟۔۔"

"تقریباً چھ ماہ کا۔۔۔"

"میری مخصوص قیمت کا چار گنا۔۔"

"اوہ۔۔ نہیں۔۔ میں تمہیں خرید تو نہیں رہا۔۔"

سلطان نے کھال منہ تک کھینچ ہی لی تھی۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں اتنی مدت میں اس سے بھی زیادہ کما سکتا ہوں۔"

"اس ملک میں تو اب ایسا ممکن نہیں لگ رہا۔۔ حالات سخت ہونے کے آثار ہیں۔"

"وہ کیسے؟۔۔" روپ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

سلطان، شہر کا ایسا کردار تھا جسے اس کی مرضی سے چھونے سے بھی لوگ کتراتے

تھے مبادہ کہ کاٹ ہی نہ کھائے، اس جیسے بھیڑیئے کے منہ سے ایسی بات، روپ کے حلق سے اترنے کی بجائے اٹک گئی تھی۔

"سنا ہے خفیہ پولیس کے کچھ لوگ ہماری بُو سونگھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"انہیں ہماری بھنک کیسے لگی؟۔۔"

"ہماری بھنک نہیں لگی، بھنک تو کسی اور کی لگی ہے مگر ہمارا سامنا بھی ہو سکتا ہے اور اس عمارت کی ایک دیوار بھی گری تو عمارت بلا اجازت تانک جھانک کے لئے کھل جائے گی۔"

"تین گنا قیمت۔۔" روپ نے کچھ دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔

"منظور ہے۔۔ اب کام سن لو۔۔ پچھلے دنوں کلب جازی میں ایک واقعہ ہوا ہے جو ہے تو عام سے بھی عام واقعہ مگر میری نظر میں وہ مشکوک واقعہ ہے۔۔"

سلطان نے بات شروع کی اور پھر تقریباً پونے گھنٹے تک وہ اسی ذکر کو لئے کچھ نہ کچھ بحث کرتے رہے۔

"ٹھیک ہے سلطان صاحب۔۔ کام آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا۔۔ اب مجھے اجازت؟۔۔" روپ نے کہا۔

"آج جب سے آئے ہو بہت جلدی میں لگ رہے ہو، شکاری نے کوئی شکار تو نہیں ڈھونڈ لیا؟۔۔" سلطان نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"سلطان صاحب۔۔۔ ہم چھوٹے شکاری ہیں ہماری کیا بساط۔۔" روپ مسکرایا اور اٹھتے ہوئے سلام کر کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پورچ میں پہنچا اور اگلے لمحے کار سٹارٹ کر کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھا لے گیا۔

سلطان نے ٹھیک کہا تھا، روپ اپنے شکار کے لئے ہی بے چین تھا۔ سوہنی، جس سے اس کی ایک ملاقات ہی ہوئی تھی، اس کے بارودی دل میں سلگتا فیتا چھوڑ گئی تھی مگر عجیب فیتا تھا، بس جلن پیدا کر رہا تھا، دھماکہ کی طرف سے تو جیسے آنکھیں موند کر بیٹھا تھا۔

آج صبح ہوٹل کے ویٹر نے جب اسے ناشتہ پہنچایا تھا تو ساتھ گلاب تازہ پھول بھی تھا، جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا نفیس کا کارڈ تھا۔ کارڈ پہ ایک نمبر تھا جس کے ساتھ سوہنی لکھا تھا۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ موبائل فون نکالا اور نمبر ملاتے ملاتے ٹھٹک گیا، اس نے موبائل ایک طرف رکھا اور ہوٹل کے لینڈ لائن سے نمبر ملایا مگر دو تین بار کال کرنے کے باوجود کال نہ سنی گئی تو وہ جھنجھلا گیا۔ اس نے ریسیور کو کریڈل پہ پٹخا اور سائیڈ پہ موجود چھوٹی سی میز کا دراز کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا موبائل نکالا، اسے آن کر کے اس نے سوہنی کا نمبر ملایا، تین چار گھنٹیوں کے بعد کال ریسیو ہو گئی۔

"یس۔۔۔" دوسری طرف سے بے باک اور مترنم آواز سنائی دی۔

"روپ سپیکنگ۔۔۔ کیسی ہو سوہنی؟۔۔"

"تنہا سوہنی۔۔۔ کیسی ہو سکتی ہے؟۔۔"

اس نے سانس کے ساتھ ساتھ بات کو بھی لمبا کھینچا اور جذبات کی تیز دھار والی چھری روپ کے سینے میں دے ماری گئی۔ روپ کی دماغ میں یوں روشنی ہوئی جیسے کالا سیاہ انسان اچانک دانت

نکال کر مسکرایا ہو۔

"تو کس نے روکا ہے آنے سے؟۔۔" روپ نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم ہی کہتے ہو تمہاری میٹنگز ہوتی ہیں۔۔" سوہنی نے جیسے منہ بناتے ہوئے کہا ہو۔

"ہاں وہ بھی سچ ہے، اچھا آج چار بجے ملتے ہیں، میری ایک میٹنگ ہے، اس کے فوری بعد۔۔" روپ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"چار بجے۔۔۔ او کے۔۔۔ روز پارک میں۔۔" سوہنی نے کہا۔

"پارک میں کیوں؟۔۔ یہیں آجاؤ۔۔" روپ نے جیسے منت کی ہو۔

"وہاں بھی آجائیں گے۔۔۔ یہاں تو آلیں۔۔" سوہنی نے بادشاہوں کا لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا تو روپ ہنس پڑا۔

"او کے۔۔ چار بجے۔۔ روز پارک۔۔ کینٹین کے دائیں طرف بنچ پہ۔۔۔ بائی۔۔۔" سوہنی نے کہا اور کال بند ہو گئی۔

اب جبکہ سلطان کے ساتھ اس کی میٹنگ ہو گئی تھی اور نکلتے نکلتے سوا چار بجے گئے تھے، روپ جانتا تھا کہ پارک تک پہنچتے پہنچتے

ساڑھے چار آرام سے بج جائیں گے اور

یہ بات اسے بے حد پریشان کر رہی تھی کہ سوہنی اگر چلی گئی تو پھر۔۔۔۔اس سے آگے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ تیز رفتار مگر محتاط ڈرائیونگ کے ساتھ وہ پارک

کی پارکنگ میں پہنچا اور شادی پہ پیسے لوٹنے والوں کی طرح اس نے پارکنگ بوائے کے ہاتھ سے ٹوکن چھپٹا اور پارک کی طرف بھاگا۔ یوں تو پارک بہت بڑا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ سوہنی کہاں ہو گی، وہ تیر کی طرح سیدھا ادھر کو بڑھا اور جلد ہی سوہنی اس کی نظروں کے سامنے لکڑی کے بنچ پہ بیٹھی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ سوہنی کے پاس پہنچتا، فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی اور

روپ اچھل کر زمین پہ گرا۔۔ ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا تاکہ اگر کوئی گولی رستہ بھٹک جائے تو وہ بچ جائے۔ اس نے دونوں ہاتھ سر پہ رکھ کر جیسے ہیلمٹ سا بنا لیا۔۔ چند لمحوں میں فائرنگ رکی اور اس نے دھیرے سے ہاتھ سر سے ہٹائے۔

اس کا دل سوہنی کے لئے بری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ وہ سامنے ہی لکڑی کے بنچ پہ بیٹھی ہوئی تھی اور گولی کا شکار بن سکتی

تھی مگر جیسے ہی اس نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا وہ اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے نظریں اطراف میں گھمائیں۔۔ سوہنی غائب تھی، دیکھتے دیکھتے جب وہ گیٹ کی طرف بڑھا تو ٹھٹک گیا۔۔ تین چار مشٹنڈے سوہنی کو گھسیٹے لے جا رہے تھے، روپ کو پہلے تو کچھ سمجھ نہ آئی مگر جیسے وہ نیند سے جاگا ہو، وہ دوڑتا ہوا ان کے پیچھے لپکا۔۔

وہ سوہنی کو یوں مصیبت میں نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ سوہنی کی کسی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے، وہ تو عام سی لڑکی تھی، شاید اس کے باپ کی وجہ سے یا اس کے خطرناک اور معصوم حسن کی وجہ سے۔۔۔ اس سے آگے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔۔

*

قصبہ دلدار سنگھ، جو تاریخی حیثیت رکھتا تھا، سکھوں کی کافی آبادی وہاں رہتی تھی۔ مسلمان اور سکھوں کا بھائی چارہ دیکھنے لائق تھا، ایسے ہی وقت میں وہاں موجود پرانے وقتوں میں تعمیر کیا گیا سرکاری بنگلہ، نشہ کرنے والے نوجوان کی پناہ گاہ بن گئی۔ شروعات میں وہاں شراب، ٹیکے لگانا اور سوٹا لگانا چلتا رہا، پھر اسے نوجوان جوڑوں نے اپنا مسکن بنانا شروع کیا اور جلدی ہی کچھ لوگ فوقتاً فوقتاً ٹرالی لے کر آنے لگے اور حسبِ ضرورت اینٹیں اور ملبہ لے جانے لگے۔

وہ اینٹیں اور ملبہ لے جانے پہ کسی نے اعتراض بھی نہ کیا، کیونکہ علاقے کا جاگیردار اسی ملبے سے اپنی زمین پہ غریبوں کے لئے چھوٹے چھوٹے گھر بنا رہا تھا۔ گھروں کی تعمیر مکمل ہوتے ہی غریب خاندانوں کو وہاں رہائش دے دی گئی اور تب تک بنگلے کا

ملبہ بھی کچھ خاص نہ بچا تھا۔

"مالک۔۔ جانور کہاں باندھنے ہیں؟۔۔" ملازمین نے پوچھا تو جاگیردار مسکرایا۔

اگلے ہی دن سے جاگیردار کی بھینسیں بنگلے والی جگہ باندھی جانے لگیں، گاؤں والوں کے لئے وہ بہت نیک دل ثابت ہوا تھا، کسی نے چوں چراں نہ کی، اور پھر بھینسوں کا چھوٹا سا ڈیرہ بنا، پھر وہاں بھی غریبوں کی رہائشیں بننے لگیں۔

"مالک۔۔ وہاں کیا ضرورت ہے رہائشیں بنانے کی؟۔۔" کچھ لوگوں نے پوچھا۔

"میں تمہاری عزت نفس مجروح نہیں کرنا چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ بنگلے والی اپنی جگہ تم لوگوں کے نام کر دوں۔۔"

"اپنی جگہ۔۔۔" مختلف لوگوں کو حیرت ہوئی کہ وہ تو سرکاری جگہ ہے، جاگیردار صاحب اسے اپنی جگہ کیوں کہہ رہے ہیں۔

"ہم سمجھے نہیں۔۔" کسی سیانے نے کہا۔

"میں نے کہا کہ وہ جگہ تمہارے نام پہ منتقل کرنے لگا ہوں۔۔" جاگیردار نے پیار سے کہا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ اب سمجھ آ گئی۔۔"

یہ بات ان کی سمجھ کے متعلق تھی کہ مفت کی زمین ہاتھ لگ رہی ہے، وہ لوگ فوری سمجھ گئے اور پوری کوشش کی کہ جاگیر دار ان کے سامنے بیٹھے اور وہ مصلوں پہ بیٹھ کر جاگیر دار کو جنت میں فوری طور پہ ایک بنگلہ لے دیں۔

سرکاری زمین پہ غریبوں کی رہائشیں جب تیار ہوئیں، انہیں فوری وہاں منتقل کیا گیا۔ جاگیر دار نے سب کو بلا کر جگہ کے کاغذات دیئے اور ساتھ ہی ریہرسل کروائی کہ کس طرح میڈیا کے سامنے اعلان کرنا ہے کہ جگہ تم لوگوں کی تھی جس پہ میں نے گھر بنا کر دیئے۔۔ اور ساتھ ہی بتایا کہ اس طرح جگہ پوری طرح تمہارے قبضے میں آجائے گی اور کچھ دنوں بعد مقامی میڈیا آن پہنچا۔۔

کچھ سرکاری افسران بھی ساتھ تھے، تھوڑا سا واویلہ مچا کہ سرکاری زمین ہے پھر سرکاری افسران اور مقامی سیاستدان آڑے آگئے۔ عوام نے حلف دیا کہ جگہ ان کی ہے ایوں کسی نے بات اڑائی ہے کہ جگہ سرکاری ہے۔۔ جاگیر دار کی نرم دلی پہ بیان بازی شروع ہوئی اور پھر جاگیر دار کو بہت نوازا گیا کہ اس نے غریبوں کے لئے ان کام کیا۔ غریب بھی تو سب کے سب

اس کے ساتھ تھے کیونکہ وہ زمین ان کے نام لگنے والی تھی۔

میڈیا چلا گیا، ایک ہفتہ گزرا تو غریب حضرات کو بنگلے میں بنی رہائش گاہوں سے دھکے مار کر نکال دیا گیا، ان کے مال و متاع سے جو چیز قیمتی ملی اسے رہن کے طور پہ

رکھ لیا گیا کہ زبان مت کھولنا اور یوں سرکاری بنگلے کا نام ونشان بھی جاتا رہا۔

عوام جو کہ یہ دعوی کر چکی تھی کہ جگہ ہے ہی ان کی، ان کے لئے یہی کافی تھا کہ اگر انہوں نے زبان کھولی تو فراڈیے ثابت ہو جائیں گے۔۔

بنگلے کی خالی جگہ پہ بڑی بڑی دیواریں کھڑی ہونے لگیں اور نجانے کیا تعمیر ہونا شروع ہوا اور بہت عرصے تک تعمیر جاری رہی۔

* * *

وہ حویلی کم اور قبرستان زیادہ محسوس ہو رہی تھی جہاں زندگی رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ شور شرابہ، ہنسی، بات چیت جیسے گناہِ کبیرہ ہو۔ ہر کوئی "کام سے کام" کی تصویر نظر آ رہا تھا۔ عمارت کے برآمدے میں، جسے بیٹھک کے سے انداز میں خوب سجایا گیا تھا، ایک پٹھان، اونچے شملے والی پگڑی باندھے صوفے پہ بیٹھا، بلکہ ٹکا ہوا تھا، وہ دیدے گھما گھما کر سب کو دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنی خاموشی کیوں ہے۔ ایک دو بار اس نے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر سامنے موجود افراد میں سے کسی نے اسے جواب ہی نہ دیا تھا۔

ابھی وہ ذہنی کھجلی پہ ہی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک کلین شیو شخص برآمد ہو، جسم امارت زدہ اور سُستی کا میڈل نظر آ رہا

تھا۔ پیٹ ایسے جھول رہا تھا جیسے دریا کی لہروں پہ کشتی۔۔۔ پیٹ سائز میں اتنا بڑا نہ تھا جتنی وہ حرکت کر رہا تھا۔۔۔ پٹھان کی نظریں اسی پہ جمی ہوئی تھیں۔

"فرمایئے۔۔۔" پیٹ کے اوپر لگے منہ نما طاقچے میں سے آواز نکلی۔

"اَم کیا فرمائے۔۔۔ یہ تم جَلی پِھش کہاں سے لائی ہے؟۔۔" پٹھان نے حیرت سے کہا، اس کی نظریں اب بھی پیٹ پر ہی تھیں۔

"کیا جَلی؟۔۔" وہ شخص چونکا۔

"صاحب۔۔ شاید جیلی فش کہہ رہا ہے۔۔" صاحب کے ساتھ آنے والے عنقریب فوت ہو جانے والے سوکھے سے سیکرٹری نے کہا۔

"اوہ۔۔ مگر یہ کیسے جیلی فش۔۔۔۔" صاحب نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا اور اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ چونکا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔۔" اس نے دھاڑ کر کہا اور پیٹ کے اندر موجود مواد کی دھکم پیل شروع ہو گئی۔

"اوہ۔۔ جَلی۔۔ بِھش۔۔۔ پھس۔۔۔ ٹھس۔۔"

پٹھان گھبرا کر کھڑا ہوا اور اس کی نظریں اس شخص کے چہرے کی طرف گئیں جو غصے کی شدت سے لال ہونے کی کوشش میں تھا۔

"پان ساری صاحب۔۔۔ ماپھ کیجئے گا۔۔ اَم کو لگا کہ کوئی اور بندہ آگئی ہے۔۔ اَمارہ نام بطوط کان ہے۔۔" پٹھان نے پیشانی پہ ہاتھ رکھ کر سلیوٹ کیا اور ساتھ ہی ایک پاؤں اٹھا کر زور سے زمین پہ مارا۔

"تم کون ہو؟۔۔ انداز تو چوکیداروں جیسا ہے جب کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حکیم نصرت صاحب کا شاگرد آیا ہے۔۔" پنساری نے غصے سے بھرپور لہجے میں اسے ڈانٹا۔

"اَم فرصت صاحب کی ہی شاگرد ہے۔۔" بطوط نے سہم کر جواب دیا۔

"فرصت نہیں نصرت۔۔۔ کیسے گدھے ہو تم۔۔ تم میں تو حکیموں والی بات ہی کوئی نہیں۔۔" اس نے منہ بنایا۔

"اَم ماپھی مانگتی ہے، اصل میں آج ہی صاف جوڑا پہنی ہے جس

وجہ سے حکیموں والا سیمپل نہیں آ رہی۔۔"

"سیمپل۔۔۔ منشی۔۔۔ یہ کیا بکواس اندر گھسنے دی ہے تم نے۔۔" پنساری منشی پہ الٹ پڑا۔

"بدبو کہہ رہا، حکیموں کے کپڑوں سے آتی رہتی ہے جڑی بوٹیوں کی۔۔" منشی تعلیم یافتہ محسوس ہونے لگا۔

"تو smell کہہ رہا ہے بے وقوف۔۔۔" پنساری نے ہنکارہ بھرا۔

"وائی وائی (وہی وہی)۔۔۔" بطوط نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا کام ہے مجھ سے؟۔۔" پنساری نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اَم کو ایک نسخی چاہیئے۔۔۔"

"نسخہ۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ اس سے چھوٹا ہے نسخی۔۔" بطوط قدرے سخت لہجے میں بولا۔

"اچھا۔۔ اچھا۔۔ کیا نسخی چاہیئے؟۔۔"

"اَمارہ علاقے میں ایک مسئلہ بن گئی ہے، اَم اور اَمارہ استادی سارا کوشش کر چکی ہے لیکن لوگ اس بیماری میں گرتی چلی جا رہی

ہے، کوئی فائدہ نہیں ہو رہی۔۔"

"اوہ۔۔۔ایسی کونسی بیماری ہے جس کی نصرت صاحب کو سمجھ نہیں آ رہی؟۔۔"

"اَم کو بھی ایسے ہی حیرت اوئی تھی۔۔۔ مگر فرصت صاحب کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھا۔۔۔"

"بیماری بتاؤ۔۔۔" پنساری اس کی زبان کی غوطہ زنی سے جھلا گیا۔

"اَمارے علاقے کے لوگ بے غیرت ہوتی جا رہی ہے۔۔ سب کی سب۔۔"

بطوط کے منہ سے جیسے ہی نکلا وہ دونوں اچھل پڑے اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔ یہ کیسے بیماری ہو گئی۔۔۔"

"جیسے انسان کا جسم بیمار ہوتی ہے، اس کا غیرت بھی بیمار ہو سکتا ہے۔۔ غیرت کو بھی شوگر ہو سکتا ہے، بخار ہو سکتی ہے، کیڑے پڑ سکتی ہے، باس مار سکتا ہے۔۔"

"تم فلسفی ہو یا حکیم؟۔۔" پنساری اس کی بات سن کر مسکرایا۔

"فرصت صاحب نے اَم کو تمہارے پاس بھیجا ہے کیونکہ فرصت صاحب کو اس بیماری کی اور اماری سمجھ نہیں آتی۔۔"

"سمجھ تو مجھے بھی نہیں آرہی تمہاری۔۔ خیر تم اگر یہ بات لوگوں کے سامنے کروگے تو اتنے جوتے پڑیں گے کہ پورا جسم سوج سوج کر رضائی ہو جائے گا۔۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہ لوگ اس بیماری میں پڑ رہے ہیں؟۔۔" اس نے دوبارہ گھڑی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ کہیں جانا چاہ رہا ہے مگر بطوط خان میں بھی دلچسپی ہے رہا ہے جس وجہ سے کشمکش میں تھا۔

"غیرت، اس کے بہت سا معنی ہوتی ہے، مثلم سچ بولنا۔۔ یہ امارہ غیرت کا سوال ہے کہ مسلمان سچ بولتا ہے۔۔ ایمانداری بھی امارہ غیرت ہے، دوسرے کا حق نہ مارنا بھی امارہ غیرت ہے۔۔ دھوکہ دینا بے غیرتی ہے امارے خیال سے۔۔ ملک اور قوم سے دھوکہ بھی بے غیرتی ہے۔۔۔ اور۔۔۔"

"بس بس۔۔۔ تم تو ہر ایک بات کو ہی غیرت بناتے جا رہے ہو۔۔"

پنساری نے یوں کہا جیسے دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا گیا ہو۔

"تو پھر اَم کو علاج بتاؤ۔۔۔" اس نے پر امید انداز میں پنساری کی طرف دیکھا۔

"اس بے غیرتی کا کوئی علاج نہیں۔۔" اس نے جیسے طنز کیا ہو۔

"لیکن اَم تو علاج کر کے ہی باز آئی گی۔۔۔ چاہے اَم کو آگ سے گزرنا پڑے۔۔" بطوط خان کی آواز کا ارتعاش محسوس کر کے پنساری کے جسم میں سر دلہر دوڑی، پل بھر کے لئے اسے یوں لگا جیسا بطوط خان کی شخصیت میں کوئی انجانی قوت ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔۔ وہ بغور بطوط خان کی طرف دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں عجب سی چمک تھی۔

"میں اس کا علاج نصرت صاحب کو بتادوں گا۔۔۔ تم جاؤ۔۔"

"ایسے کیسے اَم چلی جائے۔۔ ابھی علاج بتاؤ اَم کو۔۔"

"اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ یہ نسخے اس طرح ہر ایک شخص کو نہیں بتائے جاسکتے۔۔ تم جاؤ۔۔ علاج بتادوں گا۔۔"

اس نے کہا اور بطوط کا جواب سنے بغیر اٹھا اور تیزی سے اندر گھس گیا۔

"پان جی۔۔۔ پان ساری جی۔۔۔ ساری جی۔۔۔ سوری جی۔۔"

بطوط خان اسے آوازیں ہی دیتارہ گیا۔

تھوڑی دیر منہ بسورنے کے بعد وہ باہر کی طرف لپکا اور پورچ میں موجود ایک پرانی سے موٹر سائیکل کے پاس پہنچ کر اس کا

ہینڈل لاک کھول کر اس پہ سوار ہوا اور کِک ماری، موٹر سائیکل بزرگانہ انداز میں کھانسی اور پھر ہر کک پہ کھانستی گئی مگر گدھے کی طرح اکڑی رہی، بطوط نے جھنجھلا کر پوری قوت سے کک ماری اور اگلے لمحے موٹر سائیکل اس کے نیچے سے نکل کر پوری قوت سے سامنے موجود ستون سے ٹکرایا اور ہینڈل کا قبلہ ہی بدل گیا۔

دھماکے کی آواز سن کر منشی اور کوٹھی کے چوکیدار دوڑتے آئے۔

"کیا ہوا۔۔ کیا ہوا۔۔" ہر طرف سے شور بلند ہوا۔

"وہ امارا موٹر سکوٹر بے غیرت ہو گئی۔۔" وہ یوں بیٹھا جیسے لیٹرین میں ہو اور سر پہ دونوں ہاتھ رکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔۔

"کیا مصیبت ہے یہ توت خان۔۔۔" اندر سے نئے لباس میں پنساری برآمد آتے
ہوئے دھاڑا تو تمام ملازم سہم گئے۔

"صاحب۔۔ اس کا موٹر سائیکل بے غیرت۔۔۔ مم۔۔ میرا مطلب ہے خراب ہو گیا ہے۔۔"

"اس الو کے پٹھے کو ادھر ہی روک لو اور موٹر سائیکل ٹھیک ہونے بھیج دو۔۔ نصرت صاحب کی وجہ سے اسے جھیلنا پڑ رہا ہے۔۔ چلو۔۔۔ پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔"

ادھر بطوط مسلسل دھاڑیں مار رہا تھا جیسے وہ کسی کی بات سن ہی نہ رہا ہو اور اس کا قریبی مر گیا ہو۔۔۔ مگر اس کی آنکھوں میں کچھ اور ہی چمک رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا وہ یہی چاہتا تھا۔

* * *

گاڑیاں تیز رفتاری سے آگے پیچھے دوڑتی چلی جا رہی تھیں، آگے ایک بڑی اور نئے ماڈل کی لینڈ روور تھی جس میں سوہنی کو بٹھایا گیا تھا، اس کے پیچھے تھوڑے فاصلے پہ روپ کی گاڑی۔

لینڈ روور کے تمام شیشے سیاہ ہی تھے سوائے ونڈ سکرین کے، جس وجہ سے اندر کا منظر دیکھ پانا ممکن نہ تھا۔ روپ کو کوئی جلدی نہیں تھی، وہ بیچ سڑک کے کسی سے الجھ کر وقت اور جان دونوں ضائع کرتے ہوئے کسی کے سامنے پہچانے جانے کی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا، اس کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ اغواء کاروں کی رہائش گاہ تک پہنچ جائے اور پھر اگلا قدم اٹھائے۔ اتنی دیدہ دلیری سے حملہ کر دینے والے کسی نہ کسی حیثیت کے مالک تو ضرور تھے ورنہ

اتنا حوصلہ عام مجرم میں کہاں۔

جیپ اب شہر کی مرکزی سڑک سے ہٹ کر ملحقہ اور قدرے سنسان سڑک کی طرف گھوم گئی، یہ دیکھ کر روپ بے چین ہو گیا، اسے مجرموں کا ارادہ کچھ نیک محسوس نہ ہوا تو اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی مگر اسی وقت اس کے جسم کا خون جیسے آگ بن گیا ہو، اس کی آنکھیں جیسے ساکت ہو گئیں، لینڈ روور بھرپور رفتار پہ جاتے ہوئے اچانک یوں ڈگمگائی جیسی الٹنے لگی ہو، مگر روپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس سے بھی تیز رفتاری سے جیپ کو سنبھال لیا گیا، وہ ڈرائیور کی مہارت پہ عش عش کر اٹھا، لیکن اس کا ذہن الجھ گیا کہ اچانک گاڑی مسلسل اس طرح کیوں ڈولنے لگی ہے جیسے ڈرائیور نے شراب پی ہو، ایسی حالت میں اگلی گاڑی کے انتہائی قریب جانا بھی خطرناک تھا مگر اچانک ہی جیپ کے ٹائر پوری قوت سے گلا پھاڑ کر چیخے اور جیب دور تک گھسٹتی چلی گئی، اچانک ہی جیپ رکی، ساتھ ہی روپ نے بریک پہ پاؤں دبا دیا اور ٹائر احتجاج کے باوجود رکتے چلے گئے۔

جیپ کا دروازہ فلمی انداز میں کھلا، روپ کی نظریں دروازے پہ جمی ہوئی تھی اور دل گاڑی سے زیادہ رفتار سے اچھل رہا تھا، تب

اس کی باچھیں حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں جب کھلے دروازے سے جینز اور مردانہ کھلی شرٹ میں ملبوس سوہنی اچھل کر نکلی اور پاؤں کی ضرب سے جیپ کا دروازہ بند کرتے ہوئے سڑک پہ نظر دوڑائی۔

اتنی دور سے اسے خاک علم ہونا تھا کہ اس کا روپ گاڑی میں بیٹھا ہے، روپ نے سکتے کے عالم میں گاڑی آگے بڑھائی اور جلد ہی سوہنی کے پاس رکا۔

"اوہ۔۔۔تم۔۔" سوہنی نے چونک کر پوچھا۔

"اور۔۔تم۔۔۔۔تم کیا بلا ہو؟۔۔" روپ حیرت سے تختہ ہی بنا ہوا تھا۔

"سوہنی کہتے ہیں سب۔۔۔" اس نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا اور اس کا ہنسنا روپ کے لئے دوائی کا کام کر گیا وہ چونک کر ہوش میں آیا۔

"کیا میں اندر بیٹھ جاؤں یا تم ڈر گئے؟۔۔" اس نے مترنم آواز میں کہا تو روپ نے ایویں ہی خود کو گالی دی۔

"کیوں نہیں۔۔جلدی بیٹھو۔۔"

"اتنی جلدی نہیں اٹھیں گے حرامزادے۔۔" اس نے واشگاف

انداز اور گاڑھے لہجے میں اس روانی سے گالی دی کہ روپ بھی عش عش کر اٹھا، گالی دینے میں اتنی مہارت۔۔۔ اسے بھی حاصل نہ تھی۔ سوہنی کا نیا روپ۔۔۔ پہلے سے بھی زیادہ قاتلانہ اور پر کشش تھا۔

"تم کیا چیز ہو؟۔۔" روپ حیرت کے جھٹکے سے نکل کر اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"چیز تو نہیں ہوں۔۔ لڑکی ہوں۔۔"

"تم اصل میں کون ہو؟۔۔" روپ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"گاڑی روکو۔۔۔" سوہنی اس بھی سخت لہجے میں بولی۔

"کیوں؟۔۔"

"میں نے کہا گاڑی روکو۔۔۔"

روپ نے ایک طرف گاڑی کرتے ہوئے رفتار کم کی۔

" جس دن تمہیں مجھ سے بات کرنے کی تمیز ہو تب سامنے آنا۔۔"

سوہنی نے ہاتھ گاڑی کے دروازے کی طرف بڑھاتے ہوئے غرا کر کہا۔

"سوری۔۔۔ سوری سوہنی۔۔ بس منہ سے نکل گیا، آئی ایم رئیلی

سوری۔۔"

روپ کی سختی ایک جملے نے موم بنا کر اس میں دھاگہ ڈال کر تیلی لگا دی تھی، وہ جلتی ہوئی موم بتی بنا بیٹھا تھا۔

سوہنی خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی گئی اور پھر دروازہ کھولا۔

"میرے خیال سے ہمارا اتنا ہی ساتھ تھا، جہاں اعتماد اور بات کرنے کا انداز ہی عجیب ہو وہاں رشتہ کیا بنانا اور نبھانا۔۔"

"کہہ تو رہا ہوں سوری۔۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔۔ یہ لو۔۔"

روپ نے اپنائیت سے بھرپور انداز میں کہتے ہوئے دونوں کان پکڑ لیے اور یہ دیکھ کر سوہنی کی ہنسی نکل۔۔۔نازل۔۔ہو گئی۔ اس نے گاڑی کا درازہ بند کر دیا تھا۔

"یوں ہنستی رہا کرو۔۔۔ اچھی لگتی ہو۔۔"

روپ کی جان میں جان آئی اور گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

"لفنگے تھے، تمہیں یاد ہے نہ کلب میں حوس پرستوں کی نظریں کیسے مجھ پہ جمی رہتی تھیں، بس ان میں سے ہی کوئی امیر زادہ۔۔۔ اب پڑا ہو گا ہائے ہائے کرتا اور عمر بھر یاد رکھے گا کہ کسی سوہنی سے پالا پڑا تھا۔" وہ خود ہی بولنا شروع ہو گئی۔

"لیکن وہ چار تھے، بندوقوں سمیت۔"

روپ نے لقمہ دیا، اس نے جان بوجھ کر لقمہ دیا تھا تاکہ پوری تفصیل جان سکے اور سوہنی کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے۔

"جیسے تم بچے ہو۔۔۔ ارے مردوں کی بندوقیں مردوں کے لئے ہوتی ہیں، عورت پیار سے پچکار بھی دے تو دین دھرم بھول جاتے ہیں یہ تو صرف بندوقیں تھیں، سوہنی نے ذرا پیار دکھایا، تعریف کی اور جب ان کی رالیں منہ سے ٹپکنے لگیں تو جھپٹ پڑی۔۔ اور چار۔۔ میں تو دس کو بھی مارشل آرٹ سے دھول چٹادوں۔۔"

اس نے ایسے انداز میں قصہ سنایا کہ بے اختیار روپ کے دل نے کہا۔۔ "جو بھی کر لو۔۔۔ ہو تو عورت ہی۔۔ تعریف کروانے کے لئے اپنی بڑائی کرنے سے باز نہیں آؤ گی۔"

"تم یہ تو نہیں سوچ رہے کہ میں بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی ہوں؟۔۔" وہ اچانک بولتے بولتے رکی۔

"اہم۔۔ ہمم۔۔ نہیں تو۔۔۔" وہ چوری پکڑے جانے پہ ہڑبڑا گیا۔

"اب کدھر کا ارادہ ہے؟۔۔" روپ نے موضوع بدلا۔

"گھر۔۔ سارے موڈ چوپٹ ہو گیا۔۔۔" اس نے منہ بناتے

ہوئے کہا اور روپ کا منہ اس سے بھی زیادہ بن گیا۔

"کیا ہوا؟۔۔"

"تم ہر بار دھوکہ دے جاتی ہو۔۔۔" اس نے قابل ترس انداز میں کہا۔

"آج میرا موڈ ہی بدل گیا ہے، ورنہ نکلی تو تھی کہ تمہارے ساتھ تفریح کروں گی مگر ان حرام۔۔۔"

"اوکے اوکے۔۔ پنجابی تمہاری بھی اچھی ہے۔۔" روپ نے بوکھلا کر اسے روکتے ہوئے کہا۔

"پنجابی میں پھول جھاڑنا سیکھا ہے، اس زبان میں اچھی طرح پھول جھاڑے جا سکتے ہیں ، باقی زبانوں میں تو ایویں ہی ہے سب۔۔"

"تمہیں ایڈونچر پسند ہیں؟۔۔"

"ہاں۔۔ کیوں نہیں۔۔" وہ یوں اچھلی جیسی بچی کو چاکلیٹ نظر آ گئی ہو۔

"میں ایک کام میں تمہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہوں، اس میں ایڈونچر کے ساتھ ساتھ جان کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔"

"جان کا خطرہ ہو تبھی ایڈونچر کا مزہ ہے۔۔ کام بتاؤ۔۔"

"لیکن اس کام میں اگر کوئی دھوکہ دے تو جان سے جاتا ہے۔۔"

روپ نے کہا اور سوہنی کے چہرے پہ سختی ابھری۔

"ویسے بتا رہا ہوں۔۔ کام بھی بتاتا ہوں۔۔۔"

اس کا چہرہ دیکھ کر وہ جلدی سے صفائی دینے لگا۔

"بتاؤ۔۔" سختی قائم تھی۔

"سلطان۔۔ جس کا ذکر کیا تھا، اس نے میرے ذمے ایک کام لگایا ہے۔۔"

وہ بولنا شروع ہوا اور پھر چلتی گاڑی میں الگ ہی قصہ شروع ہو گیا۔

* * *

وہ اندھیرے کا حصہ ہی معلوم ہو رہا تھا، وہاں کے باسیوں سے وہ جان گیا تھا کہ پنساری کے رہائش گاہ میں تو وہ گھس گیا ہے مگر پنساری کچھ دنوں کے لئے علاقے سے باہر چلا گیا ہے۔

پنساری تک پہنچنے کے لئے پنساری کے استاد، حکیم نصرت کا نام ہی کافی تھا باقی کام اس نے خود سنبھال لیا تھا اور کیونکہ نہ سنبھالتا، وہ یہ کام بخوبی کر سکتا تھا۔ پنساری کے یوں علاقے سے باہر جانے پہ اس کا موڈ بگڑ گیا، وہ تو آج رات ہی کام ختم کرنا چاہ رہا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، وہ بھی وہاں سے خالی ہاتھ نہ جانا چاہتا تھا لہذا رات کے پچھلے پہر وہ اٹھا اور اپنی شاہی پگڑی بغل میں دبائے وہ کمرے سے باہر نکلا۔

وہ واردات کے بعد یوں نکلنا چاہتا تھا کہ کوئی جان ہی نہ سکے کہ وہ کیا لے کر گیا ہے۔ چھپتا چھپاتا وہ پنساری کے کمرہ خاص میں پہنچا جہاں وہ اہم کاغذات رکھتا تھا۔ دروازے پہ تالا لگا ہوا تھا جسے اس نے تھوڑی سے محنت اور ایک پِن کی مدد سے کھول ہی لیا اور موبائل کی ٹارچ آن کی، سامنے موجود الماریاں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"اوئے مارا۔۔۔ دھت تیرے کی۔۔" اس نے خود کو سر کے پیچھے تھپڑ رسید کیا جیسے تھپڑ مارنے سے اس کا سافٹ ویئر تبدیل ہو جائے گا، اور واقعی سافٹ ویئر تبدیل ہو ہی گیا، وہ سنجیدہ اور کھردرے مزاج کا حامل شخص نظر آنے لگا۔ وہ تیز رفتاری سے الماری پہ جھپٹ پڑا اور تقریبا تین گھنٹوں کی بے آواز تلاشی کے بعد اس نے انگلی موڑ کر کے پیشانی سے پسینہ وائپر کی طرح ہٹایا۔

اس کے سامنے پگڑی کھول کر بنائی گئی چادر اب گٹھڑی کی شکل اختیار کر چکی تھی، گٹھڑی کاغذات سے بھری پڑی تھی اور الماریوں کی حالت ایسی تھی جیسے کسی نے انہیں چھوا تک نہ ہو، یہ اس کے تلاشی لینے کے انداز کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھا جس نے اتنے وقت کی تلاشی میں نہ آواز آنے دی نہ کسی چیز کی جگہ

بدلی۔

اب اگلا کام تھا عمارت کے اندر گھومنے والے گارڈ کا اس طرح سے ستیاناس مارنا کہ کسی کو خبر ہی نہ ہو۔ اس کے کام کے لئے بھی وہ تیار تھا، اس نے گٹھڑی اٹھائی اور کمرے سے نکل کر تھوڑا ہٹ کر ایک طرف رکھی۔ کمرے میں واپس گیا اور موبائل اٹھا کر اس کی ٹارچ بند کر کے باہر نکلا۔ دروازے کو آہستہ سے بند کیا اور چھپ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

"اوئے۔۔ کون ہے تو؟۔۔"

اندھیرے میں ایک سخت، اکڑ سے بھرپور آواز سنائی دی مگر جواب ندارد، آواز دینے والا سکیورٹی گارڈ تھا جس نے اندھیرے میں ایک سائے کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جہاندیدہ گارڈ تھا، وہ اسے وہم مان کر ٹلنے کے موڈ میں نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ بے آواز قدموں کے ساتھ اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں سائے کے گھسنے کی امید تھی۔ اس نے کمرے کے درازے پہ دباؤ ڈالا تو دروازہ بے آواز حرکت کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ اندر بھی اندھیرا ہی تھا۔

گارڈ نے اندر گھس کر کمرے کی لائٹ جلائی اور کمرے کا جائزہ

لیا، کمرے کی دو دیواروں کے ساتھ الماریاں تھیں جو کہ کاغذات سے بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ وسط میں ایک میز، جس کے ساتھ دو کرسیوں پڑی تھیں۔، مگر کمرے میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ، جو کہ ہمیشہ لاک رہتا ہے، وہ کھل کیسے گیا اور جب کھل ہی گیا ہے تو اندر کوئی موجود کیوں نہیں، اسے بہتر یہی محسوس ہوا کہ جا کر کسی کو بتائے اور اس بارے میں ابھی چھان بین ہو، وہ اسی سوچ میں سر کھجاتے ہوئے وہ مڑا اور اچانک چیخ مارنے کے لئے اس کا منہ کھلا کیونکہ اس کے منہ کے سامنے عجیب شکل و صورت والا پٹھان کھڑا تھا۔

"تم کون ہے وئی۔۔ اور ادھر کیا کرتی ہے تم؟۔۔"

"اور تم کون ہو بھلا؟۔" گارڈ کی انا پہ عجیب و غریب اردو رسید ہوئی تو وہ اچھل پڑا۔

"اَم بلا نہیں ہے وئی۔۔۔ ام ہے بطوط کان۔۔۔ تم کون ہے؟۔۔ کیا تم چوری کرتی ہے؟۔۔"

"اوہ تو تم پنساری صاحب کے مہمان ہو۔۔ لیکن تمہاری پگڑی کدھر ہے؟۔۔"

"اس میں اَم نے کچھ کاغذات رکھے ہیں۔۔ ادھر دیکو۔۔۔"

بطوط نے کہا تو گارڈ نے غیر ارادی طور پہ مڑ کر دیکھا اور اسی وقت اس کے سر پہ قیامت ٹوٹ پڑی، اگلے لمحے وہ زمین پہ محوِ استراحت تھا اور بطوط خان دروازہ بند اور لائٹ بند کر کے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر سے دروازے کو لاک لگایا اور ایک طرف دیوار کے ساتھ پڑی گٹھڑی اٹھا کر مڑ گیا۔

* * *

کبیر محتاط انداز میں اس کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اس کار سے کافی فاصلے پہ تھا مگر تھا الرٹ کیونکہ کسی بھی وقت اگلی کار کی رفتار بڑھ سکتی تھی یا وہ کہیں گم ہو سکتی تھی۔ بھیڑ سے نکل کر اسے محسوس ہوا کہ وہ جس کار کا تعاقب کر رہا ہے وہ تو خود اگلی جیپ کا تعاقب کر رہی ہے، جلد ہی وہ گاڑیاں شہر سے نکل چکی تھیں اور قدرے ویران سڑک کی طرف بڑھ گئی تھیں جس وجہ سے کبیر کا فاصلہ بڑھانا پڑا۔

پھر وہ حادثہ ہوا جس دیکھ کر کبیر کی ہتھیلیوں میں پسینہ آ گیا تھا، جیپ کے جو حالات تھا اس کا الٹنا یقینی تھا مگر پھر وہ رک گئی، جیسے ہی جیپ رکی، کبیر نے کار ایک طرف درخت کے سائے میں

سڑک سے اتار کر روکی اور سامنے دیکھنے لگا۔ اگلی کار بھی رک گئی تھی اور اسی وقت جیپ کا دروازہ کھلا اور اس میں سے جینز اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ میں ملبوس لڑکی نکلی جس کی دور سے جھلک وہ کلب کے سامنے بھی دیکھ چکا تھا، وہ حیرت سے خود سے کافی فاصلے پہ نظر آنے والی اس لڑکی کے سراپے کو دیکھ رہا تھا جو شاید چار افراد کو چلتی جیپ میں مات دے کر نکل آئی تھی۔ وہ اس کار میں سوار ہوئی جس کا تعاقب کبیر کر رہا تھا اور جلد ہی کار آگے بڑھی تو کبیر بھی جلدی سے آگے بڑھنے لگا۔

ان کا پیچھا کرتے کرتے کبیر نے ان کی ایک رہائش گاہ دیکھی جہاں سے گاڑی بدل کر وہ دوبارہ سڑک پہ آئے اور کبیر بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ ایک موڑ مڑتے ہوئے اچانک اسے رکنا پڑا کیونکہ ایک بزرگ شخص سڑک پہ اچانک سامنے آگئے تھے، اس نے نظریں سامنے کار پہ گاڑتے ہوئے گاڑی روکی، گاڑی رکتے ہی سڑک پہ پیدل چلتے تین نوجوان دوڑ کر کار کے پاس پہنچے اور اس بزرگ کی بزرگی بھی ہوا ہوئی اور چادر کے نیچے سے جوان گن جھانکنے لگی۔

کبیر بے چینی سے ہونٹ کاٹنے لگا، وہ پکڑا گیا تھا، نجانے کب دشمن اس سے باخبر ہو گیا تھا اور اب تو اسے لگ رہا تھا کہ یہ رہائش گاہ بھی نقلی ہو گی جو محض اس لئے استعمال کی گئی کہ کبیر کو جھانسا دیا جا سکے، ایک نوجوان کار کے سامنے کھڑا ہو گیا اور گن والے بزرگ کار میں بیٹھے، کبیر والی سائیڈ پہ کھڑے ہو کر ایک نوجوان نے شیشے پہ دستک دی تو کبیر نے اس کی طرف دیکھا، یہی اس کی غلطی بھیانک ثابت ہوئی، بزرگ کا ہاتھ گھوما اور گن کا دستہ اس کی کنپٹی پہ پڑا اور وہ جھوم کر اسٹیرنگ پہ گرا اوپر سے تہ جمانے کے لئے ایک ضرب مزید لگائی گئی۔

اچانک تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے آہ نکلی اور ساتھ ہی آنکھ کھلی، چند لمحے تو اس کا دماغ پرانے زمانے کے ٹی وی کی طرح شاں شاں کرتا رہا پھر جیسے ہی اینٹینا اپنی جگہ پہ پہنچا تو تصویر صاف ہوئی۔ وہ اس وقت شور شرابے سے بھری کسی جگہ پہ لیٹا ہوا تھا۔ اس نے فوری اٹھنے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی بھی حیرت گم ہو گئی، اسے خطرناک مجرموں کی طرح بیڑیوں میں جکڑا گیا تھا جن میں تیزی سے حرکت کرنا تھا ہی ناممکن۔ چند لمحے تو اس کا دماغ ماؤف ہی رہا پھر وہ سر جھٹک کر

اٹھا تو اگلا منظر ویسے ہی ساکت کر دینے والا تھا۔

وہ ایک بڑے سے ہال میں تھا جس میں تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے جو اسلحے پہ جھکے ہوئے تھے۔ ہر شخص روبوٹ کی طرح کام میں جٹا ہوا تھا، کسی کی بھی اس کی طرف نظر نہ اٹھی، سب کے سب اس وقت انجینئر نظر آ رہے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ آ کہاں گیا ہے، ایسی جگہ پہ آنکھ کھلے گی، اس کی تو کبھی بھی امید نہیں کی جا سکتی تھی، کیا وہ اپنے ملک میں ہے یا کہیں اور پہنچا دیا گیا ہے؟ کیا وہ کسی ایسے علاقے میں ہے جہاں حکومت کی دخل اندازی پسند نہیں کی جاتی؟۔۔۔ ایسے بہت سے سوالات اچانک اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بھائی۔۔۔ سنو۔۔۔ میں کہاں ہوں؟۔۔" اس نے ایک شخص کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر پوچھا۔

مگر اس شخص نے فوری یوں نظریں چرائیں جیسے ایک نظر دیکھنے کی ہی اجازت ہو، کبیر نے دو چار بار کوشش کی مگر شنوائی نہ ہوئی۔

"اے سنو۔۔۔" اس نے پاس سے گزرتے ہوئے ایک بوڑھا نظر آنے والے نوجوان کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ پہلو بدل کر

نکل گیا۔

کبیر کی حالت بس سٹاپ پہ مانگنے والے کی سی تھی جسے سب نظر انداز کر رہے تھے، چند لمحے تو یہ قصہ چلتا رہا پھر وہ خود ہی اکتا کر ایک طرف دیوار سے لگ رہا۔

"اوئے۔۔تو یہاں مفت کی توڑنے آیا ہے۔۔چل کام کرے۔۔۔"

ایک دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی تو اس نے چونک کر دیکھا، سامنے بڑی مونچھوں والا موٹا سا شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا جسے وہ تھانے دار کی طرح گھما رہا تھا۔

جب کبیر وہاں سے نہ ہلا تو وہ ہونٹ بھینچتے ہوئے تیزی سے کبیر کی طرف بڑھا۔

"تجھے اردو کی سمجھ نہیں آتی کیا؟۔۔"اس نے پوچھا۔

کبیر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کا بس چلتا تو اب تک اس شخص کی زبان اسی کی گردن سے لپیٹ چکا ہوتا، مرتا کیا نہ کرتا۔۔۔درگت بنوانے سے مزدوری بہتر ہے، یہ سوچ کر وہ بول ہی پڑا۔

"کام بتاؤ۔۔"اس نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"کام بتاؤ۔۔ مزدوری کرنی ہے بیٹا۔۔۔ تو ڈائن سٹائن تھوڑی ہے کہ سائنس جھاڑے گا۔۔۔ چل آگے۔۔"

وہ ہنس کر بولا اور کبیر کو ایک طرف اشارہ کیا۔ فی الوقت کے لئے مزدوری ہی بہتر تھی، لہذا سب کچھ چھوڑ کر وہ آگے بڑھا۔

☆

ساحر، ماتھے پہ شکنیں لئے اپنے مخصوص مٹی کے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔

کبھی کبھار وہ خود بھی الجھ جاتا تھا کہ وہ ہے کیا؟ اس کا مزاج اچانک کیوں بدل جاتا ہے؟ کبھی اس کا دل بہت نرم ہو جاتا تو کبھی انتہائی درشتی سے پیش آنا شروع ہو جاتا تھا۔ وہ مضبوط اعصاب کا مالک تو تھا مگر عام طور پہ ایسا ہوتا تھا کہ کسی ایسی بات جس سے اس کے ذہن کو اچانک جھٹکا لگتا ہو، اس جھٹکے سے اس کے دماغ کا گئیر بھی بدلتا اور مزاج بدل جاتا۔

اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ ایک بزرگ اور خاتون کی غنڈوں کے ہاتھوں ہونے والی زدوکوب اور ہتک دیکھ کر اس کا مزاج

بدل گیا تھا جس وجہ سے اس نے اپنی پوری جسمانی قوت کو استعمال کرتے ہوئے ان غنڈوں کا خاتمہ چند لمحوں میں کر دیا تھا اور پھر زخمی بزرگ اور خاتون کو لے کر ہسپتال پہنچا۔ اس کا دماغ تو پہلے ہی جون جولائی کا سورج بنا ہوا تھا، اوپر سے ڈاکٹر صحرا کی طرح اسکے سامنے بچھ گیا اور پھر جو ہوا، وہ سارے ہسپتال نے دیکھا۔

ان بزرگ اور خاتون کی اس حالت اور اصل ذمہ دار پنساری تھا جس کے پاس وہ نہ چاہتے ہوئے بھی عام طریقے سے ہی گیا تھا ورنہ اس کا مزاج کچھ اور ہی کہتا رہا مگر اس نے دماغ کی آگ کی بجائے دماغ کی سنی اور پنساری کی کوٹھی میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا مگر پنساری کی زندگی ابھی قدرت کو منظور تھی، وہ بچ گیا تھا کیونکہ اسی دن وہ دارالحکومت چلا آیا تھا لیکن۔۔۔ قدرت اس کا بھی تو ساتھ دے رہی تھی، وہ بھی فوری دارالحکومت کی طرف چل دیا اور کچھ دیر پہلے پہنچا تھا۔ تھکن کی وجہ سے وہ سیدھا اپنے کچے گھر میں پہنچا، جہاں اس کو انتہائی زیادہ سکون ملتا تھا، اب وہیں آنکھیں موندے اپنے مزاج کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اپنے ماضی کے حوالے سے اسے سات جانباز میں شامل ہونے

کے بعد چند ایک معرکے یاد تھے، اس کے بعد ذہن دھندلا ساجاتا تھا جس وجہ سے وہ جان نہیں پاتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اسے بس آخری مشن کا آخری منظر یہی یاد تھا کہ نمبر ون (سپارک/لارڈ) اس سے تب ملنے آیا تھا جب وہ دشمن کی قید میں تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس کا آخری وقت آگیا ہے۔ اس منظر کے بعد اسے بہت کچھ ایسا بھول گیا تھا جیسے فلم کے فیتے کا ایک بڑا حصہ کاٹ کر نکال لیا گیا ہو اور باقی دوسروں کو جوڑ دیا گیا ہو۔

اگرچہ بگڑے ہوئے مزاج میں وہ سب سے کتراتا تھا تاکہ کسی کو اس کی وجہ سے نقصان نہ ہو مگر اس کے باوجود اسے کام تو کرنا پڑتا تھا، جس کے لئے وہ اپنے ابال کو مختلف طریقے سے کارآمد بناتے ہوئے نکالتا تھا جس سے اپنوں کا نقصان نہ ہو اور دشمن کی ناک میں دم ہو جائے۔ بدلے ہوئے مزاج کے باوجود اب تک دو شخصیات تھیں جن کی بات وہ قدرے سکون سے سن لیتا تھا، ایک اس کے والد، نواب حشمت گردیزی اور ایک نمبر ون، جسے اب لارڈ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

جب سے وہ واپس آیا تھا تب سے اسی حالت میں لیٹا ہوا تھا اور

مزاج بھی ویسا ہی۔ اچانک فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا۔ اس نے ناپسندیدگی سے موبائل کی طرف دیکھا اور سکرین کو خالی دیکھ کر اس نے ہاتھ بڑھایا۔

"یس۔۔۔ ماسٹر زیرو سپیکنگ۔۔"

وہ جانتا تھا کس کی کال ہے مگر اس کے ذہن نے یہ نام بولنے کے لئے اکسایا۔

"لارڈ سپیکنگ۔۔ کہاں ہو؟۔۔" لارڈ نے چند لمحوں بعد پوچھا۔ شاید وہ ساحر کے لہجے اور انداز کی وجہ سے چپ کر گیا تھا۔

"گھر پہ ہوں باس، ابھی واپس پہنچا ہوں۔" اس نے بدستور اسی لہجے میں جواب دیا۔

"جبران اور عباس ہسپتال میں ہیں ابھی تک، عباس کی پشت پہ گولی ماری گئی تھی جسے میں اٹھا کر ہسپتال لے گیا تھا۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہے مگر جبران ابھی حرکت نہیں کر سکتا۔ کبیر کو ایک ٹاسک دیا تھا، وہ بھی غائب ہے۔"

دوسری طرف سے جواب آیا تو نہ چاہتے ہوئے وہ چونک گیا اور تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اور ثانیہ؟۔۔"

"اس کی بھی کوئی خبر نہیں۔۔" لارڈ نے کہا۔

"کیس کیا ہے؟۔۔"

چیف نے جواب میں اسے تفصیلات بتائیں۔

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟۔۔" اس نے اس بار قدرے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا مگر آنکھوں میں چنگاریاں واضح طور پہ دیکھی جاسکتی تھیں۔

"ماسٹرز وِنگ (Masters Wing) کو تو استعمال نہیں کیا جاسکتا اور جس طرح سے بار بار ٹیم پہ حملہ ہو رہا ہے اس سے تم دشمن کی بے باکی کا اندازہ لگاسکتے ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ دوسری ٹیم استعمال کرو۔۔"

"یس چیف۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔۔" وہ جانتا تھا کہ یہ مشورہ نہیں، ایک حکم ہے جسے اس کے مزاج کی وجہ سے حکم کی بجائے مشورہ کہا جارہا تھا۔

"گڈ۔۔ اس کیس میں کلب جازی بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے، اس کے بعد روپ سنگھ اور پھر سلطان۔۔۔ یہ بھی مہرے ہیں، یہ ایک مافیا ہے پورا۔۔ سب کا خاتمہ ہونا چاہئے اور مجھے میری ٹیم زندہ اور صحیح سلامت چاہئے۔۔۔ بائی۔۔" دوسری

طرف سے اس بار سخت اور سرد لہجے میں کہا گیا اور کال بند ہو گئی۔

اس نے سخت لہجہ سن کر منہ بنایا جیسے کچھ کڑوا کھا لیا ہو اور پھر بھیڑیئے کی طرح مسکرایا کیونکہ اسے مشن مل گیا تھا۔۔

اس نے موبائل پکڑ کر تیزی سے ایک نمبر ملایا۔

"رضی سپیکنگ۔۔۔" ایک سخت زنانہ آواز سنائی دی۔

"مسٹر بی سپیکنگ۔۔۔۔۔"

"اوہ۔۔یس باس۔۔۔حکم باس۔۔" آواز میں مودبانہ پن بھر آیا۔

"کلب جازی سے پہلے تیسرے موڑ پہ ملو۔۔میک اپ میں اور تینوں۔۔" اس

نے کہا اور ساتھ ہی کال بند کر کے جمپ لے کر اٹھا۔

اس کے چہرے پہ سختی ایسے براجمان تھی جیسے پوری دنیا کی سختی کا مخزن اسی کا چہرہ رہا ہو۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس کے بغیر جو کہانی رینگ رہی تھی، اب منہ زور گھوڑے کی طرح دوڑنے کو پر تول رہی ہے۔

* * *

کلب جازی کے ہال میں کافی شور شرابہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی میزیں ہر طرف لگی ہوئی تھیں اور غنڈے نما لوگ سستی شراب پی پی کر اداکار بننے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ سگریٹ نوشی اور شیشہ پینے کی وجہ سے ماحول دھوئیں سے غسل کرتا نظر آرہا تھا۔

ساحر، مسٹر بی کے میک اپ میں، جینز اور لیدر کی جیکٹ پہنے دروازے پہ کھڑا بڑی عجیب نظروں سے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بال سر کنڈوں کی طرح کھڑے تھے۔ دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی اور انگوٹھے میں آدھی جلی سگریٹ موجود تھی۔ وہ کبھی

کبھی اس کا کش لگا لیتا اور پھر منہ اوپر کر کے ایسے دھواں خارج کرتا جیسے بھیڑیا آسمان کی طرف منہ کر کے گلا پھاڑ رہا ہو۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریسیپشن پہ پہنچا۔

"مِس۔۔۔" اس نے ریسیپشن گرل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"یس سر؟۔۔" وہ کاروباری مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میرا ایک دوست کا دوست روز یہاں شراب پینے آتا ہے، اس کے لئے ایک پیغام ہے مگر مجھے اس کا نام بھول گیا ہے۔۔" اس نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

"سر۔۔ یہاں تو بہت سے لوگ باقاعدگی سے آتے ہیں۔۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ بہت لڑاکا قسم کا بدمزاج سا شخص ہے، مجھے سے تھوڑا سا موٹا ہو گا۔۔۔" اس نے کہا۔

"سوری سر۔۔ اس طرح تو کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔۔" لڑکی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"وہ ہے بھی یہاں کا سب سے پرانا گاہک۔۔" اس نے جیسے آخری کلیو دیا ہو۔

" مسٹر رزاق یہاں کے سب سے پرانے کسٹمر ہیں مگر جو حلیہ آپ بتا رہے ہیں وہ اس سے مختلف ہیں۔۔ تھوڑی دیر تک وہ آجائیں گے۔۔ "لڑکی نے کہا۔

"ان کا حلیہ ہی بتا دیں، میں ان سے اپنے دوست کے دوست کے بارے میں پوچھ لوں گا، ہو سکتا ہے پرانے ہونے کی وجہ سے وہ جانتے ہوں۔۔ "اس نے ایک نوٹ نکال کر اونچے میز پہ رکھ کر لڑکی کی طرف کھسکایا۔

"شکریہ سر۔۔۔ آپ کو ضرور اپنے دوست کا دوست مل جائے گا۔۔ "اس نے کہا اور ساتھ رزاق کا حلیہ بتا دیا۔۔

"بہت شکریہ۔۔ "اس نے کہا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر مڑا اور دھیرے دھیرے ہال کے دروازے تک پہنچا اور پھر باہر نکل گیا۔

اس نے سر کو مخصوص انداز میں جھٹکا اور پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ اپنی کار ڈرائیونگ سیٹ پہ موجود تھا۔ ہلکا سا کھٹکا محسوس کر کے اس نے بیک ویو مرر میں دیکھا۔

پچھلی سیٹ پہ سخت چہرے والی ایک لڑکی آ بیٹھی تھی۔ وہ درمیانے قد کی ہی تھی مگر اس کے ہاتھوں کے جوڑ جسمانی

مضبوطی کے گواہ تھے۔ چہرے پہ سرکاری افسران جیسی بیزاری جو کہ قدرتی تھی، خوب ناچ رہی تھی اور آنکھیں ہر قسم کے جذبات سے عاری۔ اس نے ڈھیلی ڈھالی ٹراوزر جیسی پینٹ پہن رکھی تھی اور ٹی شرٹ میں وہ لڑکا ہی محسوس ہو رہی تھی، بال گردن تک اور باریک تلوار جیسی بھنوئیں۔۔ اس کی چہرے کی سختی کو بڑھاوا دیتی تھیں۔

"ٹیم کہاں ہے رضی۔؟۔۔"ساحر جیسے غرایا۔

"باس۔۔ ہاشم باہر سڑک پہ ایک کار میں موجود ہے کہ شاید کسی کا تعاقب کرنا پڑ جائے، میں کلب کے باہر تھی اور سولجر اندر شرابی کے بھیس میں موجود ہے۔" لڑکی نے مودبانہ لہجے میں کہا مگر اس کے لہجے میں سرد پن کی جھلک ضرور تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی منہ سے ماسک اتارے گی اور نیچے سے وحشی مرد نکل آئے گا۔

"ایک شخص کا حلیہ بتاتا ہوں، اس کا تعاقب کرنا ہے اور اس کی رہائش گاہ ٹریس کر کے مجھے رپورٹ دینی ہے۔ سولجر اور ہاشم کو یہ ٹاسک دو اور خود یہیں واپس آجاؤ۔۔" ساحر نے حلیہ بتاتے ہوئے ہدایات دیں اور رضی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار سے

نکل کر کلب کی طرف بڑھ گئی۔

ساحر کی نظریں کلب کی عمارت پہ جمی ہوئی تھیں، کبیر اور جبران کو اس کلب میں گولیاں ماری گئی تھیں، عباس بھی اسی کلب میں آیا اور پھر دو افراد کا پیچھا کرتے ہوئے رستے میں اسے بھی گولی ماردی گئی۔ کلب ساحر کی نظر میں کھٹک رہا تھا کہ ایسا کیا ہے اس کلب میں جس وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ اگر دو بار یہیں سے حملہ ہو چکا ہے تو ضرور کلب بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، جس کا کھوج لگانا ضروری تھا۔ اسی سوچ کی وجہ سے اس نے سولجر اور ہاشم کو دوسرا ٹارگٹ دیا تھا اور خود وہ رضی کے ساتھ

کلب کی جانچ پڑتال کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں رضی واپس آگئی تھی مگر ونڈ سکرین کو دیکھتے ہوئے ٹھٹک کر رک گئی کیونکہ ڈرائیونگ سیٹ پہ موجود ساحر کی شکل بدل چکی تھی، اس نے اشارہ کیا تو رضی بھی اندر آکر بیٹھ گئی۔

"کبھی اس کلب میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اس سے پہلے؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں باس۔۔یہ پہلا موقع ہے۔۔"

"ہو سکتا ہے ایکشن کی نوبت آجائے، یہاں کچھ ایسے پراسرار لوگ موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر گولی مار کر آگے بڑھ جاتے ہیں، ذہنی طور پہ تیار رہنا۔"

"یس باس۔۔۔" اس نے مختصر ساجواب دیا۔

"چلو۔۔۔" تھوڑی دیر بعد میک اپ کو فائنل کرتے ہوئے وہ باہر نکلا۔

اس نے جیکٹ اتار دی تھی، اب وہ جینز کی پینٹ اور ٹی شرٹ میں ایک کھلنڈرا سانوجوان نظر آرہا تھا جس کے بازوؤں کی مچھلیاں پاس سے گزرنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں مشغول تھیں۔ اسے باڈی بلڈنگ کا شوق ہرگز نہ تھا، قدرتی طور پہ اس کا جسم اتھلیٹ قسم کا تھا، جو باقی ورزشوں سے خودبخود جاذبِ نظر شکل اختیار کر گیا تھا۔ رضی نے ایک آگے چلتے ہوئے اپنے باس کے کو تعریفی نظروں سے دیکھا اور پھر منہ پھیر لیا۔

وہ دوبارہ ریسپشن پہ پہنچ چکے تھے۔ ریسپشن پہ موجود سب نے اس کھلنڈرے سے پرکشش جسم والے نوجوان کی طرف پسندیدگی سے دیکھا۔

"آفتاب سے ملاقات ہو سکتی ہے۔" لہجہ بدلا ہوا ضرور تھا مگر درشتی ویسی کی ویسی۔

"باس سے ملاقات کے لئے وقت لینا پڑتا ہے۔۔" ریسپشن پہ کھڑی لڑکی نے قدرے سہم کر جواب دیا۔

"کس سے وقت ملے گا؟۔۔"

"سیکنڈ باس جازی سے۔۔ سیکنڈ فلور، روم نمبر چار۔۔" لڑکی نے جیسے جان چھڑائی۔

"جہازی۔۔۔" وہ درشت لہجے میں بڑبڑایا اور لفٹ کی طرف بڑھا، رضی اس کے پیچھے تھی۔ جلد ہی لفٹ کی مدد سے وہ سیکنڈ فلور پہ تھے اور کمرہ نمبر دیکھتے ہوئے کمرہ نمبر چار کے سامنے رک گئے۔ رضی نے آگے بڑھ کر دستک دی۔

"کون ہے؟۔۔۔" دیوار میں موجود چھوٹے سے سپیکر سے پھاڑ کھانے والی آواز سنائی دی۔

"جہازی۔۔۔ انسپکٹر نارتھ ایریا۔۔۔"

"جہازی۔ بکواس نام۔۔۔" سپیکر میں بڑبڑاہٹ سنائی دی اور کٹک سے دروازہ کھلا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے رضی۔

کمرے کی دائیں دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی میز کے پیچھے لمبے قد کا ایک شخص بیٹھا تھا جسے دیکھتے ہی ساحر کی آنکھوں میں حیرت انگڑائی لیتے لیتے رہ گئی۔

سامنے کرسی پہ، پنساری تیکھی نظروں سے اسے گھور رہا تھا، وہی پنساری جو قصبے میں اس کے ہاتھوں بچ گیا تھا، وہی پنساری جس کی اپنے قصبے میں دکان تھی، جو حکیم تھا، پنسار تھا۔۔ یہاں وہ جازی جیسے بدنام کلب کا سیکنڈ باس بنا بیٹھا تھا اور اس کی شخصیت میں سنجیدگی بھی کوٹ کوٹ کر بھری نظر آ رہی تھی۔۔

* * *

وہ دونوں آبادی والے علاقے سے نکل کر بے آباد علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ روپ جبکہ ساتھ والی سیٹ پہ سوہنی موجود تھی۔ سوہنی اپنی ایڈونچر پسند طبیعت کی وجہ سے روپ کے منصوبے میں شامل ہو گئی تھی ویسے بھی روپ نے اسے اپنا پورا منصوبہ تو بتایا نہیں تھا کیونکہ سوہنی کو لے کر اس کا ارادہ کچھ اور ہی تھا یہ تو سوہنی کا اعتماد جیتنے اور خاطر وہ کر رہا تھا، اور اتنا ہی کر رہا تھا جتنا اس کے معاملات کے لئے فائدہ مند تھا۔

ایک فارم کی طرف کار مڑی تو سوہنی چونک گئی۔

"کیا ہم پہنچ گئے؟۔۔" اس نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ بس چند لمحے اور۔۔۔" روپ مسکرایا۔

سوہنی کی نظریں ونڈ سکرین پہ ایسے جمی ہوئی تھیں جیسے کسی بچی کی نظریں اپنی پسندیدہ گڑیا پہ جمی ہوتی ہیں۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی فارم ہاؤس کے دروازے پہ تھی، روپ نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو لکڑی کا دروازہ خود کار انداز میں کھلتا گیا، اس پہ پینٹ ہی ایسا کیا گیا تھا جیسے لکڑی کا ہو، ورنہ تھا وہ مضبوط دھات کا۔ روپ گاڑی اندر لے گیا، کھلی جگہ پہ ایک طرف گاڑی کھڑی کر کے انجن بند کیا اور گاڑی میں بیٹھا رہا جیسے وہیں خیمہ لگانے کا ارادہ ہو۔

"اترنا نہیں؟۔۔" سوہنی نے حیرت سے پوچھا۔

"اترنا ہے، مگر ہم نے نہیں۔۔" وہ مسکرایا۔

"پھر کس نے۔۔۔"

ہلکے سے جھٹکے سے اس کی بات ادھوری ہی رہ گئ، گاڑی جہاں کھڑی تھی، زمین کا وہ حصہ گھوم کر نیچے اترنے لگ گیا تھا، سوہنی کا چہرہ حیرت کے مارے سرخ ہو رہا تھا اور روپ اس کی حالت کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"یہ تو بالکل جاسوسی فلموں جیسا ہے۔ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟؟؟" وہ جیسے کہیں دور سے بولی۔

"ہاں جاسوسی فلموں جیسا تو ہے مگر تم خواب نہیں دیکھ رہیں، یہ حقیقت ہے۔۔"

گاڑی آہستہ آہستہ نیچے بڑھتی جارہی تھی اور پھر جلد ہی گاڑی رکی اور کٹاک سے سامنے ایک دروازہ نمودار ہوا۔ دوسری طرف زمین کی اوپری سطح جہاں سے گاڑی نے حرکت شروع کی تھی، وہ سوراخ بھی بند ہو چکا تھا اور چٹک سے اس بند موت کے کنویں میں روشنی پھیل گئی تھی۔

"چلو۔۔۔"

اس نے کھلتے دروازے کو دیکھ کر سوہنی سے کہا تو سوہنی کسی معمول کی طرح آگے بڑھی، دوسری طرف موجود راہداری سے گزر کر وہ سیڑھیاں اترے اور سوہنی کی رہی سہی حیرت بھی گم ہو گئی۔

نیچے بہت بڑے رقبے پہ ایک لیبارٹری سی بنی ہوئی تھی جس میں قطاروں میں چوڑی میزیں لگی ہوئی تھیں اور ان پہ لوگ کام کر رہے تھے۔ ان کے سامنے میزوں پہ طرح طرح کا اسلحہ پڑا تھا جس کو سیٹ کرنے میں وہ لوگ جٹے ہوئے تھے۔ ان تمام افراد کی ایک جھلک دیکھ کر ہی ان کی لاچاری کا احساس ہو جاتا تھا۔ اکثر

افراد چلتے پھرتے مردے نظر آرہے تھے اور ان کے درمیان ہٹے کٹے لوگ بھی کام کر رہے تھے۔ سب میں ایک چیز مشترک تھی، اسلحہ سازی اور اس پہ بھرپور توجہ۔

"تم سرکاری افسر ہو؟۔۔" سوہنی نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔۔ یہ سرکاری لیبارٹری نہیں ہے، نجی ہے سب کچھ۔"

"نجی۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔ حکومت کیسے اس کام کی اجازت دے سکتی ہے؟۔۔" سوہنی کی حیرت انتہا کو چھو رہی تھی۔

"ارے پگلی۔۔۔ حکومت کو تھوڑی خبر ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔۔ دیکھ نہیں رہیں یہاں کے لوگوں کا حال۔۔ جو ہمارے خاص آدمی ہیں وہ تو کھلی فضا میں جاتے رہتے ہیں مگر جنہیں زبردستی رکھا گیا ہے وہ نہ صرف یہاں ہی ہیں طویل عرصے سے بلکہ احتجاجاً کھاتے پیتے بھی نہیں۔۔"

"اوہ۔۔۔ پھر تو جلد ہی مر جائیں گے بھوک پیاس سے۔۔"

"ہمیں کونسا کوئی فرق پڑتا ہے، نئے لوگ آ جائیں گے۔۔"

روپ کے لہجہ لاپرواہی سے بھرا ہوا تھا اور سوہنی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اسے روپ سے اس جواب کی امید

نہ تھی۔

"ایسے مت دیکھو۔۔۔ یہ سب کرنا پڑتا ہے، اب جب ہم ایک ہوں گے تو یہ سب چھوڑ کر کہیں یورپ میں جا بسیں گے جس کے لئے دولت کے انبار چاہئیں۔۔۔ وہی میں کر رہا ہوں۔۔"

روپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا تو وہ کسمسا کر رہی گئی جیسے ہاتھ پکڑے جانے سے الجھن ہوئی ہو، روپ نے بھی مسکرا کر ہاتھ چھوڑ دیا، گرم چائے پی کر وہ جلد بازی میں زبان نہیں جلانا چاہتا تھا۔

"تم پڑوسی ملک کے کہنے پہ یہ کر رہے ہو؟۔۔" سوہنی نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔۔ یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں، پڑوسی تو تب سامنے آئیں جب یہاں کوئی ان جیسا نہ ہو، ان کے چپ رہتے بھی کام چل رہا ہے۔۔" روپ مسکرایا۔

"یہ کس کی فیکٹری ہے؟۔۔" سوہنی کھسک کر اس کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

اس کا قرب محسوس کر کے ایک بار تو روپ کا جی چاہا کہ الٹی کر دے مگر پھر وہ ٹھٹک گیا، کیونکہ جن کے خلاف وہ الٹی کرنے والا

تھا وہ نہ صرف اس کا علاج کرنے کی قابلیت رکھتے تھے بلکہ سوہنی کی زبان کو جو کھجلی ہوئی تھی، اس کا بھی علاج کر دیتے۔

"سوری۔۔ یہ تو مجھے بھی علم نہیں۔۔" وہ جھوٹ بول رہا تھا۔

"چلو۔۔۔ سیر تو کراؤ۔۔ واہ۔۔ پسٹل ہی پسٹل۔۔ گنیں۔۔۔" سوہنی نے اچانک یوں چٹخارہ بھرا جیسے تیز مصالحے والی بریانی کھانے کو مل رہی ہو۔

" چلو چلو۔۔۔ تمہیں بھی آج سے کچھ کام سنبھالنے ہیں پھر ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔" روپ نے کہا اور دونوں مسکرا کر آگے بڑھے۔

اس بار وہ خود ہی روپ سے قدرے قریب مگر حد میں رہتے ہوئے چل رہی تھی اور روپ کا دل جیسے بار بار گلے سے ٹکرانے کی کوشش کر رہا تھا اور سوہنی بچوں کی طرح دیدے پھیلائے جیسے تماشا دیکھ رہی تھی۔

☆

"یہ کیسانام ہو بھلا۔۔ جہازی۔۔۔" پنساری نے منہ بنایا۔

"جازی سے تھوڑاسابڑاہو تاہے۔۔"لہجہ سرد ہی تھا۔

"کیا بکواس ہے۔۔انسپکٹر ہو گے تھانے میں، میرے سامنے فضول بکواس کی ضرورت نہیں۔۔۔"

"معلوم ہے۔۔تم یہ حکمت کی دکان بند کرو۔۔" اس نے جان بوجھ کر کہااور پنساری کھٹکنے بلے کی طرح چونکا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔"اس نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے تہ خانوں کامعائنہ کرناہے۔۔"

"تم صدر مملکت ہو؟۔۔دوٹکے کے انسپکٹر ہو تم۔۔دفع ہو

جاؤ۔۔"

اس کا یہ کہنا تھا کہ ساحر غرا کر جھٹکے سے اٹھا مگر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔

"مجھے تہ خانوں کا معائنہ کرنا ہے۔۔"

اس نے مڑ کر رضی کی طرف دیکھا اور واپس کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب ہے ۔۔ تم اسے کیوں کہہ رہے ہو؟۔۔ اور یہ ہے کیا؟۔۔ لگ تو عورت رہی مگر عورت لگ نہیں رہی۔۔۔"

الجھن کے مارے اسے خود سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"بتاتی ہوں۔۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس سے پہلے کہ پنساری مکمل طور پہ کرسی سے کھڑا ہوتا، اس کا زناٹے دار تھپڑ پنساری کے گال پہ پڑا اور تڑاخ کی آواز گونجی مگر اگلا لمحہ ساحر اور رضی۔۔ دونوں کے لئے حیرت کا گلدستہ ثابت ہوا جب پنساری کا منہ تھپڑ کھا کر مخالف سمت میں گھوما تو وہ فوری نیچے جھکا اور رضی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس سر سے بلند کر کے اٹھا کر میز پہ دے مارا۔۔ یہ سب پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا۔ ایک بار تو رضی کے آنکھوں کے سامنے کے پردے ہٹے اور ستارے بالکل چہرے پہ جھکے نظر

آئے مگر فوری اس کی لات گھومی اور پنساری اچھل کر دھڑام سے فرش پہ آگرا۔

رضی اچھل کر کھڑی ہوئی تھی کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ چیخ کر پشت کے بل میز پہ گری اور ساتھ ہی دوبارہ فائر ہوا اور ساحر چیخ مار کر کرسی سمیت پشت کے بل زمین پہ آرہا۔۔۔ وہ مسلسل تڑپ رہا تھا، ادھر رضی ساکت ہو چکی تھی، شاید اس کا سر میز کے کسی کونے سے جا ٹکرایا تھا۔

پنساری ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ لئے کھڑا ہوا گیا، اس کے دائیں ہاتھ میں چپٹا سا پسٹل تھا۔ پسٹل کا رخ ابھی تک ان دونوں کی ہی طرف تھا، پنساری نے میز کی طرف بڑھنے کی بجائے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکالا اور کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے نمبر ملایا۔

"جانی کے ساتھ جلدی میرے دفتر میں آؤ۔۔۔ دیر ہوئی تو گولی مار دوں گا۔۔"

اس نے فون کان سے ہٹایا۔۔۔ اب ساحر کا تڑپنا بھی ختم ہو چکا تھا، اسی وقت دروازہ کھلا اور دو ہٹے کٹے افراد اندر داخل ہوئے اور اندر کا منظر دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے۔۔ وہ بے یقینی سے سامنے

موجود دو ساکت افراد کو اور اپنے باس کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پہ باس سے مرعوبیت کے تاثرات ناچنے لگے۔

"ان دونوں کو اٹھا کر تہ خانے میں لے جاؤ۔ اگر یہ نوجوان مر بھی گیا ہے تو بھی تہ خانے میں لے جاؤ۔ رات کو ٹھکانے لگا دیں گے۔۔"

"یس باس۔۔۔"

انہوں نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر ایک ایک وجود کو کندھوں پہ لاد کر وہ تیزی سے باہر نکل گئے۔ اس کمرے سے نکل کر ان کا رخ راہداری کے آخری کونے کی طرف تھا۔ یہ کونہ لفٹ کی مخالف سمت والا تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک نے مخصوص مقام پہ انگوٹھا رکھا، دوسری طرف دوسرے شخص نے انگوٹھا رکھا اور دونوں دیوار کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں میں دیوار پھٹی اور سامنے لفٹ تھی، وہ لفٹ میں سوار ہوئے، دیوار دوبارہ برابر ہو گئی اور لفٹ نیچے کو چل دی۔

جلد ہی لفٹ رکنے پہ دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلے۔ تیزی سے چلتے ہوئے وہ ایک ہال سے گزر کر راہداری میں داخل ہوئے اور ایک کمرے کے دروازے پہ دوبارہ انگوٹھے لگا کر وہ اندر داخل

ہوئے۔ انہوں نے نفرت سے دونوں جسموں کو کندھوں سے اٹھا کر زمین پہ دے مارا مگر اگلے لمحے ایک چیخ بلند ہوئی اور ایک پہلوان اڑتا ہوا عقبی دیوار سے جا ٹکرایا اور ساتھ ہی دوسرے پہلوان کی چیخ بلند ہوئی اور وہ آنکھ پہ ہاتھ رکھے چیخ رہا تھا۔

پہلوانوں نے جیسے ہی ان دونوں کا اچھالا تھا وہ دونوں ڈرامے باز اچھل کر سامنے کھڑے ہوئے اور ساحر کی لات حرکت میں آئی جس وجہ سے پہلوان دیوار چومنے چلا گیا اور رضی کی دو انگلیاں جڑ کر پوری قوت سے ایک پہلوان کی آنکھوں کا اندرونی معائنہ کرنے کے لئے اندر گھس گئیں۔

ساحر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور فوری دروازے کو اندر سے بند کر کے دیوار سے ٹکرانے والے پہلوان کی طرف بڑھا جو کہ اب سنبھل چکا تھا۔ وہ ساحر کی طرف دوڑا اور چیختے ہوئے جمپ لے کر ساحر کے اوپر گرنے کی کوشش کی مگر ساحر تیزی سے ایک طرف ہو گیا۔

"بچے۔۔۔ یہ ریسلنگ نہیں۔۔"

اس نے پچکارا اور پہلوان کے اٹھنے سے پہلے ہی اس کے سر پہ پہنچ گیا، اس کی لات تیزی رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی پہلوان کی

پسلیوں کو بار بار سلامی دے رہی تھیں اور پہلوان گائے کی طرح منہ پھیلائے چیخ رہا تھا۔۔۔اس کا ہاتھ تیزی سے گھومتا ہوا ساحر کی ٹانگ کی طرف بڑھا اور ساحر اچھل کر ایک طرف ہوا، جیسے ہی گھومتا ہوا ہاتھ رکے بغیر جسم سے اونچا ہوا، ساحر کی لات گھومی اور پہلوان کی حرکت کو جاری رکھتے ہوئے پوری قوت سے موڑتی گئی، کھٹک کی آواز ابھری اور پہلوان کا بازو جھول کر الٹی سمت سے سر پہ آن پڑا۔

"ختم بھی کرو۔اب۔۔"

اس نے غرا کر رضی سے کہا جو پہلوان سے نپٹنے میں مصروف تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھی اور پہلوان سے تھوڑے فاصلے پہ گرتے ہوئے پہلوان کی ٹانگوں میں سے پیچھے کو نکلی اور ساتھ ہی اس کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں، کانا پہلوان چیخ مار کر منہ کے بل زمین پہ آرہا تھا اور کمرہ اس کے فلک شگاف چیخوں سے گونج اٹھا کیونکہ اس کا منہ زمین سے ٹکرا گیا تھا اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا، رضی تیزی سے اٹھی اور اس کی کنپٹی پہ لات جڑ دی، پہلوان تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

ادھر دوسرا پہلوان تکلیف سے بھرا سرخ چہرہ لیا زور زور سے سانس لے رہا تھا۔

"کچھ عرصہ کام نہیں لیا تو ناکارہ ہو گئی ہو تم۔۔۔ ۔۔"

"سس۔۔۔ سوری باس۔۔۔ بس وہ۔۔۔"

"۔۔leave it.."

وہ دھاڑا تو چڑھی ہوئی سانس اور سہمی شکل کے ساتھ خاموش ہو گئی۔

"حکیموں اور پنساریوں سے مار کھانے لگے ہیں اب مسٹر بی کے لوگ۔۔ ہونہہ۔۔۔" اس نے ہنکارہ بھرا اور پہلوان کی طرف متوجہ ہوا۔

پنساری کی چلائی ہوئی گولی رضی کے بازو کا گوشت پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی جبکہ

ساحر پسٹل کا رخ اپنی طرف دیکھتے ہوئے بروقت پیچھے کو گر گیا تھا، باقی ڈرامہ دونوں نے مل کر مکمل کر لیا اور بغیر کسی مسئلے کے تہ خانے میں پہنچ گئے تھے مگر یہ وہ تہ خانہ نہیں تھا جس کی توقع یہ ساحر وہاں گیا تھا، وہ تہ خانہ ایسا تھا جہاں جوا وغیرہ کھیلا جاتا تھا،

یہ biometric تصدیق والا تہ خانہ کسی خاص مقصد کا شاہکار محسوس ہو رہا تھا۔

"مزید ریسلنگ کرنا چاہو گے یا تعاون کرنا چاہو گے؟۔۔"

"مم۔۔۔ مم۔۔۔" تیز سانس کی شوں شوں میں وہ ہکلایا۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ باقی بچنے والے جوڑ بھی توڑ دوں تب بتا دینا کیونکہ میرے پاس ہزاروں طریقے ہی یہ کام کرنے کے۔۔" وہ غرایا۔

جواب میں پہلوان نے اثبات میں سر ہلایا جیسے وہ تعاون کرنے پہ راضی ہو اور ساحر کے سوالات برسنے لگے۔

*

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔۔ کس کی اتنی جرات؟۔" وہ ریسیور پکڑے برس رہا تھا۔

"بب۔۔ باس۔۔۔" دوسری طرف سے اتنا ہی برآمد ہوا۔

"سب حرام خور کہاں تھے؟۔۔۔"

"باس۔۔۔ سب وہیں تھے، باس جازی نے انہیں تہ خانے میں لے جانے کا کہا تھا اور دونوں تھے بھی زخمی، باس جازی کو تو امید تھی کہ نوجوان کو سینے پہ گولی لگی ہے اور جو انہیں اٹھا کر تہ خانے میں لے گئے انہوں نے یہ بے وقوفی کی کہ دیکھا ہی نہیں کہ کسی کو گولی لگی بھی ہے یا نہیں۔۔ انہیں شاید باس جازی کی بات پہ ہی یقین تھا تو آنکھیں بند کر کے انہیں تہ خانے میں لے گئے اور یہ

حادثہ پیش آیا۔"

"جازی کہاں ہے؟۔۔"

"وہ تو انہیں تہ خانے میں بھیجنے کے بعد کہیں نکل گئے تھے اور ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔۔۔"

"وہ اتنا بے وقوف تو نہیں۔۔ مگر یہ راز جو کھل گیا ہے اب ۔۔اس کا کیا کیا جائے۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"باس آپ کے بارے میں تو کوئی بھی نہیں جانتا۔۔۔"

"وہ الگ بات ہے، مگر یہ راز کھلنے سے بہت بڑا مسئلہ بن سکتا ہے۔۔ کوئی نئ خبر ہو تو ضرور بتانا۔۔"

اس نے کہا اور کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ملایا۔

"جازی سپیکنگ۔۔۔" دوسری طرف سے پنساری کی آواز سنائی دی۔

"تم تک خبر پہنچی۔۔۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"یس باس۔۔۔"

"کون تھے وہ لوگ؟۔۔"

"نوجوان نے اپنا نام جہازی بتایا تھا جو شاید میرے نام کو بگاڑ کر جان بوجھ کر بتایا تھا، ویسے اس نے بتایا تھا کہ نارتھ ایریے کا

انسپکٹر ہے، اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جس کا انداز مردانہ سا تھا۔۔"

"مردانہ عورت۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔"

اس نے حیرت سے پوچھا۔

" نظر تو لڑکی ہی آتی ہے مگر احساس ایسے ہی ہوتا ہے کہ مرد ہے سامنے، سرد مزاج اور جسمانی طور پہ مضبوط اور طاقتور۔۔۔ اس کے ساتھ کچھ دیر کے لئے دو دو ہاتھ ہوئے، پھر میں نے گولی چلا دی۔۔"

"اور یہ کس بے وقوف نے مشورہ دیا تھا کہ انہیں سٹور میں لے جاؤ۔۔"

اچانک وہ برس پڑا کیونکہ اسے اپنا نقصان یاد آ گیا تھا۔

"سوری باس۔۔۔ میرا خیال تھا کہ لڑکی سے پوچھ گچھ کروں گا تاکہ علم ہو سکے کہ یہ کون لوگ ہیں۔۔"

" تمہیں یاد ہو گا پہلے بھی کلب میں دو لوگ پوچھ گچھ کرتے ہوئے پہنچے تھے جنہیں گولی ماری گئی تھی، پھر ایک لوگ ہمارے دو لوگوں کا پیچھا کرتے ہوئے پایا گیا تھا جسے گولی ماری گئی اور اب یہ دو۔۔ مجھے یہ سب مشکوک لگ رہا ہے۔"

اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

وہ پنساری کی نسبت ذہین محسوس ہو رہا تھا۔

"اہمم۔۔ یہ بات تو ٹھیک ہے باس۔۔"

"میرا خیال ہے کہ حکومتی اداروں کو ٹٹولا جائے، یہ عام لوگ نہیں جو بار باریوں کلب پہنچ رہے ہیں۔ پولیس وغیرہ ہوتی تو یا تو ڈر جاتے یا پھر ریڈ کر دیتے، یہ کوئی اور ہی لوگ ہیں جو بار بار مختلف انداز اختیار کر کے کلب میں گھستے ہیں۔ اب تک تو ہم محفوظ تھے، پہلی بار ہمارا نقصان ہوا ہے جو بات سامنے آئی ہے اس سے طوفان آسکتا ہے۔"

"یس باس۔۔ آج جس نوجوان سے سامنا ہوا ہے وہ بہت ہی خطرناک محسوس ہو رہا تھا، عجیب سی شخصیت تھی اس کی۔۔"

پنساری نے جیسے جھرجھری لی ہو۔

"میں پتہ کرتا ہوں۔۔"

"ایک سراغ ہے میرے پاس، اس پہ کام کرتا ہوں۔ کچھ معلوم ہوا تو بتاؤں گا۔۔" پنساری نے کہا۔

"چلو کچھ تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہے۔۔۔"

"میں پھر تب تک انڈر گراؤنڈ ہوں باس؟۔۔ پنساری نے کہا۔

"ہاں۔۔بائی۔۔"

اس نے کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ملایا۔

"جی صاحب۔۔۔" دوسری طرف سے ملازم کی آواز سنائی دی۔

"ایاز صاحب سے کہو کہ چائے کی دعوت ہے۔۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی صاحب۔۔" اس نے کہا اور ریسیور ایک طرف رکھنے کی آواز سنائی دی۔

"جی جناب۔۔۔کیسے یاد فرمایا۔۔"

"چائے کی دعوت ہے اور چائے بھی گرما گرم۔۔"

"اوہ۔۔اچھا۔۔پھر تو ضرور شامل ہونا ہے میں نے بھی۔۔"

"پھر جلدی آ جاؤ۔۔"

"فون محفوظ ہو گیا ہے، کیا بات ہے نشتر؟۔۔"

"بات بہت ہی خطرناک ہے، کلب میں سٹور کو آگ لگا دی گئی ہے، جتنا سٹاک تھا سب جل گیا ہے۔۔ لیکن اس سے خطرناک بات یہ ہے کہ راز کھل جانے کا خدشہ ہے۔"

"اوہ۔۔اب کیا ہو گا؟۔۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ کوئی سرکاری ایجنسی کام کر رہی ہے،

پولیس میں ہمارے لوگ ہیں، ایسا کچھ ہوتا تو رپورٹ مل جاتی۔۔"

"اور جو بات تم بتا رہے ہو، اگر انٹیلی جنس یا انویسٹی گیشن بیورو کی طرف سے ایسا کچھ ہوتا تو اب تک بات باہر آ ہی جاتی۔۔"

"پھر کون ہیں یہ لوگ؟۔۔ اب تک ہم کل مِلا کر پانچ لوگوں کو گولیاں مار چکے ہیں۔۔ پھر بھی یہ سلسلہ رکھ نہیں رہا بلکہ اب بہتر لوگ سامنے آنے لگ گئے ہیں، کم از کم آج کا نقصان تو یہی ظاہر کرتا ہے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ اگر کسی خفیہ ادارے نے ایسا کام کیا ہے تو پتہ چل جائے کہ وہ کون لوگ ہیں؟۔۔"

"گڈ۔۔ میں انتظار کروں گا۔۔ بائی۔"

نشتر نے کہا اور ریسیور رکھ کر سوچ میں ڈوب گیا۔

"مجھے اُس کو اطلاع دے دینی چاہیئے۔۔ یہ نہ ہو کہ تمام کام الٹا ہو جائے اور پھر میں اکیلا ذمہ دار ٹھہرایا جاؤں۔۔" وہ بڑبڑایا اور ہاتھ فون کی طرف بڑھایا۔

* * *

سارا دن کام کر کر کے اس کی کندھے دکھنے لگے تھے، تھکن کی وجہ صرف کام نہ تھی بلکہ بیڑیوں کی رکاوٹ اسے زیادہ تکلیف دے رہی تھی مگر وہ چپ چاپ کام کرتا رہا البتہ اس کا دھیان آس پاس کے ماحول اور مزدوروں کو قابو میں رکھنے والے افراد پہ زیادہ رہا۔ وہ اس ماحول کو ذہن میں بٹھا لینا چاہتا تھا تا کہ اگر کہیں موقع ملے تو وہ نہ صرف نکل سکے بلکہ اس قصے کو بھی تمام کر سکے۔

اس کا موبائل فون تو ویسے ہی نکال لیا گیا تھا مگر وہ اس کے حوالے سے پر اعتماد تھا کہ کوئی اس سے کچھ بھی نہیں حاصل کر

سکتا۔ درمیان میں کھانے کا وقفہ ضرور ملا اور دال روٹی سے پیٹ بھرا۔ دال بھی ڈھونڈنی پڑی کیونکہ پلیٹ میں سیلاب ہی بہت تھا۔ اس نے اپنے اردگرد موجود مزدوروں سے سلام دعا کرنا چاہی مگر وہ لوگ جیسے تھے ہی گونگے بہرے، نہ کسی نے سلام کرنا چاہا نہ دعا۔

"اسے پکڑ کر لاؤ۔۔" ایک گرجتی ہوئی آواز سن کر سب کانپ گئے۔

نظر تو کسی کی نہ اٹھی مگر دھڑکن۔۔۔ وہ بساط سے زیادہ تیز ہو گئی اور یوں محسوس ہوا جیسے اجتماعی موت کا وقت ہوا چاہتا ہو، ہر ایک کو دھڑکا لگ گیا کہ اس کی باری آ گئی مگر مجال ہے جو کسی کی آواز نکلی ہو۔ جس کے پاس سے چلتے قدم آگے بڑھ جاتا وہ دل ہی دل میں شکر ادا کرتا۔

"اے۔۔ چلو ہمارے ساتھ۔۔۔"

کبیر کے پیچھے کھڑے ہونے والے دو افراد میں سے ایک نے کہا تو کبیر پلٹا۔

"کہاں؟۔۔" اس نے پوچھا تو جواب میں زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پہ پڑا۔

"بکواس نہیں۔۔ چلو۔۔۔"

ایک بار تو کبیر کے ذہن میں آگ بھڑکی مگر اس نے ضبط کیا کیونکہ وہ جس حالت میں تھا، اسی کا نقصان ہونا تھالہذا وہ چپ کر گیا اور سر جھکا کر آگے بڑھا۔ ان لوگوں کو دھکے اور بیڑیوں کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور جلد ہی اس تکلیف سے جان چھوٹی جب وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں

پہنچ گیا۔

"کرسی پہ بٹھا کر باندھ دو۔۔"

سامنے موجود نقاب پوش نے کہا۔

"باس۔۔۔ بیڑیاں؟۔۔"

"الو کے پٹھے۔۔ میں نے جو کہا وہ کرو۔۔۔ جس کا ذکر ہی نہیں کیا اس بات پہ دھیان دینے کی کیا ضرورت ہے۔۔"

"سس۔۔۔ سوری باس۔۔۔" وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور کبیر کو کرسی پہ گرا کر باندھنا شروع کیا، جلد ہی کبیر، نقاب پوش کی خواہش کے مطابق باندھا جا چکا تھا۔

"اس کے جوتے اتار دو۔۔۔ اور سامان لاؤ۔۔" اس نے کہا۔

ایک شخص جلدی سے اس کے جوتے اتارنے لگا اور دوسرا واپس مڑ گیا، جلد ہی جوتے اتارے جا چکے تھے اور دوسرا شخص ایک بڑی سے ٹرے لے کر آیا، اس نے ٹرے سامنے میز پہ رکھی تو کبیر چونک گیا۔

ٹرے میں ہتھوڑی، پلاس، کیل، اُسترا۔۔۔ اس طرح کی چیزیں رکھی گئی تھیں، وہ

سمجھ گیا کہ یہ سب اس کی تواضع کے لئے ہیں اور یہ خیال آتے ہی اس کے جبڑے

بھنچ گئے۔

"تم دونوں باہر چلے جاؤ۔۔ جب تک میں نہ بلاؤں۔۔ اندر مت آنا۔"

"یس باس۔۔۔" دونوں نے کہا اور تیزی سے باہر نکلے، دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے ہی نقاب پوش کرسی سے اٹھا۔

"تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں، اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں تفصیل بتاؤ یا پھر یہ سب خاطر داری کرا لو، پھر تم خود ہی شروع ہو جاؤ گے۔۔"

اس نے ٹرے کی طرف اشارہ کیا۔

"تم کون ہو؟۔۔" کبیر نے مضبوط لہجے میں پوچھا۔

"اچھا سوال ہے۔۔ مگر مجھے پسند نہیں آیا۔۔" اس نے کہا اور تیزی سے ہتھوڑی اٹھائی اور کٹاک کی آواز کے ساتھ ہتھوڑی کبیر کے پاؤں کی انگلیوں کے بالکل پاس فرش پہ لگی اور کبیر کے جسم کو جھٹکا لگا۔

"بکواس بند اور صرف میرے سوالوں کا جواب دو۔۔ اگر اب تم بھونکے تو یہ ہتھوڑی تمہارے پاؤں کی ایک ایک انگلی پہ برسے گی۔۔ سمجھے تم۔۔"

وہ پوری قوت سے چلایا۔۔ کبیر کے جسم میں سنسناہٹ ہونا شروع ہو گئی، یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح سے بے بس تھا کہ آزاد ہونا اس کے لئے ناممکن تھا، دوسری طرف نقاب پوش کا مزاج ظاہر کر رہا تھا کہ وہ بے حس اور وحشی انسان ہے، جو وہ کہہ رہا ہے وہ کر جائے گا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟۔۔" اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"تمہارا نام؟۔۔۔"

"اکبر۔۔۔"

"کس کے لئے کام کرتے ہو؟۔۔"

"کرائے کا آدمی ہوں، جو کام دے دے۔۔"

"تمہارا کبھی نام نہیں سنا زیرِ زمین۔۔ کہاں سے ٹپک پڑے اچانک؟۔۔"

"میں فیروز نگر سے ہوں۔۔"

"تم جس کا پیچھا کر رہے تھے، کس نے دیا تھا یہ ٹاسک؟۔۔"

"مجھے بس ایک کال۔۔۔"

چھک کی زور دار آواز کے ساتھ کبیر کی چیخ گونجی۔۔ نقاب پوش نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے پاؤں کی چھوٹی انگلی پہ پوری قوت سے ہتھوڑی دے ماری تھی اور کبیر، جو ابھی بات کر رہا تھا اچانک ہونے والی بے انتہا تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

مگر اس نے فوری پوری قوت سے منہ بند کر لیا جیسے اب منہ نہ کھولنے کی قسم کھالی ہو۔

"میں کہا تھا کہ مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرنا۔۔ یہ بچوں والی کہانی کسی اور کو سنانا۔۔ مجھے سچ سننا ہے۔۔ کس نے تمہیں میرے پیچھے لگایا تھا؟۔۔"

تھوہ۔۔۔۔ کبیر نے اس کے نقاب پہ ہی نفرت سے تھوک دیا

اور نقاب پوش جیسے پاگل ہو گیا، اس نے ایک ہاتھ میں ہتھوڑی تھام کر دوسرے ہاتھ سے ٹرے میں سے ایک بڑی کیل نکالی اور نہایت سرعت سے کبیر کے پاؤں پہ رکھ کر ہتھوڑی برسانا شروع کر دی، کبیر نے پاؤں ہلا کر ہٹانے کی کوشش کی تو ہتھوڑی گھومتی ہوئی اس کے سر پہ لگی اور کبیر کے جسم کو جھٹکا لگا، اس کے ساتھ ہی نقاب پوش نے اس کے پاؤں میں دوبارہ کیل گاڑنا شروع کیا۔۔۔ پہلے تو کبیر برداشت کرتا رہا مگر کب تک۔۔۔ اس کا شعور جیسے ہی رخصت ہوا، اس کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں اور کمرہ ایک مجاہد کی روح تک چھلنی کر دینے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔۔۔

نقاب پوش کا ہاتھ دوسری کیل کی طرف بڑھنے لگا، کبیر کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور پھر۔۔ اس کے دوسرے پاؤں پہ کیل کر ہتھوڑی برسائی جانے لگی۔

رات انگڑائی لے رہی تھی، تارے آہستہ آہستہ برش کرتے ہوئے دانت چمکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ چاند کا ٹوتھ پیسٹ آدھی بتیسی پہ ہی ختم ہو گیا تھا جو اب پندرہ دن بعد ہی نیا خریدا جا سکتا تھا۔

وہ دونوں کار میں بیٹھے سامنے دیکھ رہے تھے۔ اس بار وہ عقبی سیٹ پہ تھا اور رضی ڈرائیونگ سیٹ پہ۔ وہ بار بار بیک ویو مرر میں اسے دیکھتی اور کچھ کہتے کہتے رک جاتی۔ پھر جیسے اس نے فیصلہ کر ہی لیا اور ہونٹ ہلے۔

"کوئی ضرورت نہیں۔۔ آئندہ خیال رکھنا۔۔"

وہ شیشے سے باہر نظر گاڑنے کے باوجود جیسے اسے دیکھ رہا تھا، رضی زیر لب مسکرائی۔

فون کی کرخت گھنٹی سن کر وہ چونکی اور جیب سے فون نکالا۔

"رضی سپیکنگ۔۔"

"میڈم۔۔رزاق اب اپنی رہائش گاہ پہ ہے۔ اس کی رہائش گاہ رائزنگ کالونی کے عقب میں موجود آبادی میں ہے، کسی سے بھی رزاق جواری کا پوچھیں گے تو ایڈریس مل جائے گا۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوکے۔۔۔ہولڈ۔۔"

"باس۔۔۔ہاشم بتا رہا ہے کہ رزاق اب رہائش گاہ پہ ہے، رائزنگ کالونی کے عقب میں جو آبادی ہے وہاں پہ۔۔"

رضی نے ہاشم کو ہولڈ پہ رکھتے ہوئے ساحر کو بتایا۔

"ہاشم کو کہو وہ نگرانی پہ رہے اور تب تک نگرانی پہ رہے جب تک تمام کی تمام آبادی سو نہیں جاتی، سولجر کو مرکزی شاہراہ کے چوتھے موڑ پہ بلوالو، اسے ہم ساتھ لے جائیں گے۔۔"

"ہاشم، سن لیا تم نے؟۔۔"

"یس میڈم۔۔"

"اوکے۔۔بائی۔۔"

رضی نے کہا اور موبائل ایک طرف رکھ دیا۔

"کہاں چلنا ہے باس؟۔۔"

"جہاں سولجر کو بلایا ہے، اسے لے کر فیصل پلازہ۔۔"

ساحر نے جواب دیا تو رضی نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی اور پھر آگے بڑھا دی۔ کچھ منٹوں کی ڈرائیونگ کے بعد وہ مطلوبہ مقام پہ پہنچے اور رضی نے گاڑی ایک لمبے تڑنگے شخص کے سامنے روکی، اس نے جھک کر رضی کو سلام کیا اور ساحر کو دیکھ کر جھجکا اور سلام کیا، پھر رضی کے اشارہ کرنے پہ فرنٹ سیٹ پہ ہی بیٹھ گیا۔

وہ بھی سخت چہرے کا مالک تھا، ہاتھ پاؤں کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی لمبوترا تھا، پہلی نظر میں سفاک قسم کا انسان نظر آتا تھا، گہری ذہانت سے اس کا دور دور تک واسطہ نظر نہ آرہا تھا، شاید کبھی کبھی اس کا سطحی ذہانت سے نزدیک نزدیک کا تعلق بن ہو جاتا ہو گا۔

گاڑی اب ساحر کی ہدایت پہ فیصل پلازہ کی طرف جا رہی تھی، یہ وہی پلازہ تھا جہاں عباس دو افراد کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچا تھا، جس کے بعد اسے گولی ماری گئی تھی۔ جلد ہی وہ لوگ فیصل پلازہ کی پارکنگ میں پہنچے۔

"دونوں آجاؤ۔۔" اس نے کہا اور گاڑی سے نکل کر پلازہ کے داخلی دروازے کی

طرف بڑھ گیا۔

جلد ہی وہ دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے، ان کا رخ لفٹ کی جانب تھا، مطلوبہ فلور پہ پہنچ کر ساحر کے اشارے پہ سولجر لفٹ کے پاس ہی رک گیا جبکہ رضی کو اس نے اس دکان کے سامنے رکنے کا اشارہ کیا۔ خود وہ اندر داخل ہوا۔ کاؤنٹر پہ پہنچ کر اس نے کاؤنٹر مین کو اشارہ کیا اور رازدانہ انداز میں اس کی طرف جھکا۔

"باس کا پیغام ہے ایک۔۔۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس؟۔۔" کاؤنٹر مین کے لہجے میں حیرت تھی جیسے وہ بات سمجھ نہ پایا ہو۔

"کلب پہ حملہ ہوا ہے، حالات بہت پیچیدہ ہو گئے ہیں۔۔" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔یہ۔۔رکو۔۔۔اس طرف آجاؤ۔۔" کاؤنٹر مین کو جیسے کرنٹ لگا۔

وہ ساحر کو لئے تیزی سے ایک کونے میں پہنچا۔

"تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا؟۔۔" اس کا لہجہ شک سے لبریز تھا۔

"تو باس سے پوچھ لو۔۔۔ حالات بھی پہلے ایسے نہیں تھے کہ تمہیں براہِ راست چھیڑا جاتا۔۔ اب ہمیں اپنے وفاداروں کو مزید ذمہ داریاں سونپنی ہیں، امید ہے کہ تمہارا عہدہ بھی بڑھ جائے گا مگر پرانی سپلائی لائن ختم کر دی جائے گی۔" اس نے کہا۔

"سپلائی لائن؟۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔"

"اگر تم چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں سمجھ سکتے تو عہدہ کیسے بڑھے گا۔۔"

اس نے تشویش بھرے انداز میں کہا اور کاؤنٹر مین جس کے چہرے پہ عہدہ بڑھنے کی سن کر خوشی پھیل گئی تھی، اب سے موت پڑتی نظر آ رہی تھی اور وہ اندر ہی اندر خود کو کوس رہا تھا کہ کیوں فضول بات کر کے اپنا نقصان کر لیا۔

دوسری طرف ساحر۔۔ مسٹر بی کے روپ میں۔۔۔ ناقابلِ یقین طریقے سے ٹھنڈے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کاؤنٹر مین کے ذہن کو جھٹکے دے رہا تھا تاکہ اپنی مرضی کی بات نکلوا سکے۔

"سپلائی لائن کا مطلب ہے کہ جن لوگوں کو تم سامان دے کر بھیجتے تھے۔۔ وہ تمام کے تمام لوگ مارے جائیں گے۔۔" اس

نے لاپرواہی سے کہا مگر اس کی نظریں کاؤنٹر مین پہ ہی جمی ہوئی تھی۔

"اوہ۔۔۔اوہ۔۔۔اس میں تو ماضو بھی ہے۔۔اوہ۔۔"یکلخت اس کے چہرے پہ گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

"ماضو؟۔۔یہ کیسا نام ہے؟۔۔"

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔"

"رہنے دو۔۔۔میرا خیال تھا کہ اسے بھی اپنی ٹیم میں لے لیتا ہوں، اس طرح تم دونوں اکٹھے کام کر سکو گے جس میں میرا بھی فائدہ ہو گا۔ لیکن تمہارے انداز سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اتنا اہم نہیں۔۔"

"اہم ہے۔۔۔۔وہ میرا دوست ہے۔۔پیسوں کی ضرورت تھی اس لئے اس کام میں گھس گیا۔"

" اس کا حلیہ بتا دو۔۔تاکہ اسے پہچان کر بچایا جا سکے۔۔اس کی بچت ایک ہی انداز میں ہے کہ اسے میں اپنے گروپ میں شامل کر لوں۔۔ورنہ باس مار ہی ڈالے گا۔"

کاؤنٹر مین نے حلیہ بھی بتا دیا اور ساتھ ساتھ ماضو سے متعلق کئے گئے ہر سوال کا جواب بھی دے دیا تھا۔ وہ اس امید پہ سب بتاتا

جا رہا تھا کہ اس کا دوست موت سے بچ جائے اور اپنے خاندان کو سنبھال سکے۔

"ماضو اور کیا کیا کر لیتا ہے بیگ آگے پہنچانے کے علاوہ؟۔۔۔

"نگرانی کے لئے بھی اس چنا جاتا ہے اور اس کے نیچے چار لوگوں کا گروپ ہے جسے مخبری وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، کسی بھی کام میں سب سے پہلے اسی گروپ کو آگے کرتے ہیں پھر دوسرے لوگ عملی کام سر انجام دیتے ہیں۔"

"قتل وغیرہ؟۔۔"

"اس کے لئے آج تک ہمیں نہیں کہا گیا۔۔" وہ قتل کا سن کر گھبرا گیا۔

"تمہارے ماضو کے ذکر میں کھو کر میں اصل بات بھول ہی گیا۔۔ تمہارے بارے میں کتنے لوگ جانتے ہیں کہ تم اس کام میں ملوث ہو؟۔۔"

"صرف وہی جو ہمارے گروپ میں ہیں بس۔۔"

"پہلی بات تو یہ کہ اب سپلائی منقطع رہے گی، لیکن اگر کسی ایمرجنسی کی وجہ سے کوئی پارسل آئے تو میرا ذکر کسی سے مت کرنا ورنہ گڑبڑ ہو جائے گی، میں تمہیں اور ماضو کو اپنے ساتھ

ملانے کے لئے کام کرتا ہوں۔۔ باقی لوگوں کو لاعلمی میں مرنے دو۔۔" اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

کاؤنٹر مین کا جسم اس کا لہجہ اور بات سن کر کانپ گیا۔

"مم۔۔ میں خیال رکھوں گا۔۔۔"

"گڈ۔۔ چلتا ہوں۔۔ اپنا اور ماضو کا نمبر دے دو مجھے؟۔۔" اسنے نکلتے ہوئے سرسری انداز میں کہا اور کاؤنٹر مین نے دونوں نمبر بتا دیئے۔

"ہماری ملاقات کی کسی کو بھنک پڑی تو تم لوگ بھی اوپر۔۔۔" اس نے ہاتھ ترچھا

کر کے اوپر کی طرف جیسے فلائٹ اڑائی اور تیزی سے باہر کو لپکا۔

اپنے ماتحتوں کے ساتھ جلد ہی وہ پارکنگ میں پہنچ چکا تھا، رضی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔۔

"یس باس؟۔۔" اس نے اگلی منزل پوچھی۔

"مجھے کلب اتار دو۔۔۔ پھر ایک کارنامہ سرانجام دینا ہیں تم دونوں کو۔۔"

اس نے کہا تو رضی کی آنکھوں میں چمک ابھری جبکہ سولجر ویسے ہی سمٹا سمٹا بیٹھا تھا۔

* * *

کلب المغرب کے تہ خانے بہت عرصے بعد آباد ہوئے تھے۔ عجلت میں کی گئی صفائی ستھرائی پہچانی جا رہی تھی۔ مسٹر بی بہت عرصے سے منظر عام سے غائب تھا، شہر میں ہی کیا، آس پاس کے شہروں میں بھی اس کی پہچان تھی۔۔۔ وہ تھا بھی ایسا، جاذبِ نظر غنڈہ۔۔۔ ہر آنکھ اس پہ جم جاتی تھی۔۔ بہترین سوٹ پہننے کا عادی تھا اور چار گارڈز ہر وقت آگے پیچھے رہتے تھے۔ ذاتی طور پہ مسٹر بی سفاک اور اکھڑ قسم کا غنڈہ تھا مگر اس کا کلب بہت ہی پرامن کلب تھا۔ یہاں آنے والوں کو جان مال کی گارنٹی ہوتی تھی جس وجہ سے کلب کو کچھ مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔

مسٹر بی کی غیر حاضری میں، ایک اور جلاد صفت شخصیت، رضی، کلب کو سنبھالتی تھی اور سفاکی میں وہ اپنے باس سے بھی چند قدم آگے تھی۔ وہ میک اپ وغیرہ سے بہت چڑتی تھی، جینز اور جیکٹ ہی مستقل لباس تھا، ہاتھ پاؤں دیکھ کر ہی احساس ہوتا تھا کہ ایک تھپڑ میں دو چار دانت نکالنے جتنی مضبوطی رکھتے ہیں۔

رضی کے ساتھ خصوصی طور پہ دو افراد منتھی تھے، ہاشم اور سولجر۔۔ ان تینوں کا گروپ مسٹر بی نے ہی تشکیل دیا تھا۔ وہ تینوں اپنے مالک کے وفادار تو تھے ہی ساتھ ہی پر سکون زندگی بھی گزر رہی تھی کیونکہ مسٹر بی نہ تو سر پہ سوار رہتا اور نہ اپنی مرضی تھوپتا، ہاں۔۔ جب کبھی اس کا اپنا کام ہوتا۔۔ ان تینوں کو دانتوں کیا آنتوں پسینہ آجاتا اور ساری کسر نکل جاتی۔

رضی، مسٹر بی کی صلاحیتوں سے کافی حد تک واقف اور مرعوب تھی جبکہ ہاشم اور سولجر کا ابھی تک براہِ راست مسٹر بی سے پالا نہیں پڑا تھا اور رضی سے انہوں نے مسٹر بی کے بارے میں جتنا سنا تھا، وہ یہی دعا مانگتے رہتے تھے کہ کبھی مسٹر بی سے واسطہ پڑے بھی نہ لیکن اس بار شاید ان کی دعا قبول نہ ہوئی تھی کیونکہ گاہے بگاہے ان کی ملاقات مسٹر بی سے ہو رہی تھی جو اچھی

علامت نہیں تھی۔ اب بھی وہ تینوں تہ خانے میں موجود تھے۔

تہ خانے میں ان تینوں کے علاوہ رزاق، جس کی نگرانی ہاشم کر رہا تھا اور ماضو جس کے بارے میں ساحر کو فیصل مال سے لنک ملا تھا، دونوں موجود تھے۔ انہیں مسٹر بی کا ہی انتظار تھا۔

رزاق اور ماضو کو کرسیوں پہ مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔ رزاق تو پکا جواری تھا اور عمر کا کافی حصہ گزار چکا تھا جبکہ ماضو ابھی جوانی ہی گزار رہا تھا۔ اچھی شکل و صحت کا مالک تھا۔

دروازہ کھلا اور مسٹر بی اندر داخل ہوا، تھری پیس سوٹ میں کافی جچ رہا تھا مگر سولجر اور ہاشم کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ مسٹر بی کی نظریں سامنے موجود بے ہوش افراد پہ تھیں۔

"رزاق کو ہوش میں لاؤ۔۔ماضو کی کرسی کھینچ کر پیچھے کر دو تا کہ رزاق کی اس پہ نظر نہ پڑے۔۔" اس نے کہا تو رضی کے اشارے پہ ہاشم تیزی سے آگے بڑھا۔

"کوئی سراغ تو نہیں چھوڑ آئے اپنا؟۔۔"

"نہیں باس۔۔۔ہم نے بہت خیال رکھا ہے۔۔"

"ہوں۔۔۔اسی میں سب کی بھلائی ہے۔۔" وہ غرایا۔

ان تینوں کے جسموں میں جیسے چیونٹیاں رینگنا شروع ہو گئیں۔

بھلا ہو ارزاق کا جو اسی وقت ہلنے جلنے لگا۔

"مم۔۔۔میں۔۔ کہاں۔ہوں۔۔" وہ جیسے نشے میں بول رہا ہو۔

"جہنم میں۔۔۔" مسٹر بی غرایا۔

"اوہ۔۔۔تت۔۔تم ۔۔کون ہو؟۔۔مجھے کیوں باندھا ہوا ہے۔۔۔؟۔۔کون ہو تم لوگ۔؟۔۔۔" اس کا سوالات کا پیکج شروع ہو گیا۔

"کچھ دن پہلے کلب جازی میں دو افراد کو گولیاں ماری گئی تھیں۔۔تم جانتے ہو انہیں؟۔۔"

"نن۔۔نہیں۔۔تم ہو کون؟۔۔" اس نے رو دینے والے انداز میں جواب دیا۔

"تم نے انہیں ساری تفصیل کیوں بتائی تھی؟۔۔۔"

"مم۔۔میں نہیں جانتا تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔"

"تم نے ڈبل گیم کھیلی، ایک طرف انہیں ہمارا راز دے دیا اور دوسری طرف ہمیں ان کے بارے میں بتا کر انہیں گولی مروا دی، ان کی وجہ سے ہمارے چار آدمی مارے جا چکے ہیں اور کلب کا بھی بہت نقصان ہو چکا ہے۔۔"

"ہہ۔۔ہاں۔۔کلب کے بارے میں سنا ہے میں نے بھی مگر میرا

یقین کرو میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔۔ ان سے جو کہا تھا وہ جھوٹ ہی کہا تھا، اور فوری باس جازی تک ان کی اطلاع پہنچا دی تھی۔۔"

"جازی نے ایسی کوئی بات مجھے نہیں بتائی۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔"

"مم۔ میں بھلا کیوں جھوٹ بولوں گا۔۔ میں نے خود ان دو افراد سے نظریں بچا کر باس جازی کے نمبر پہ کال کی تھی اور ہمارے درمیان جو بھی بات ہوئی تھی وہ باس جازی نے سنی تھی۔۔۔"

"لیکن جازی تو خود غداری کی سزا سے بچنے کے لئے چھپتا پھر رہا ہے، تم کس سے کنفرم کرواؤ گے۔۔ تمہیں مرنا ہی پڑے گا۔۔"

"جج۔۔ جج۔۔ جازی باس۔۔ غداری کی سزا۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔"

"کلب کا جو نقصان ہوا ہے جازی اس میں ملوث ہے، وہ بھگوڑا ہے ہمارا۔۔ تم جانتے نہیں کہ کلب کے پیچھے کتنی بڑی طاقت ہے۔۔ تمہاری تو ان کے سامنے اوقات ہی کوئی نہیں۔۔"

"مم۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔ میں نے باس جازی کو بتا دیا تھا سب۔۔"

"جازی تو اب ہمیں مل ہی نہیں رہا۔۔ کیسے مان لوں تمہاری بات۔۔"

وہ یکدم کرسی سے اٹھتے ہوئے دھاڑا تو رزاق کی ایویں ہی چیخ نکل گئی۔۔ رزاق تو رزاق، اس کے اپنے آدمی سہم گئے۔

"وہ۔۔۔ باس۔۔ باس جاز۔۔ جازی کی ایک خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں جانتا ہوں میں۔۔ وہاں دیکھ لو۔۔ ہو سکتا ہے وہاں مل جائے۔۔" یہ سن کر مسٹر بی کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"تمہیں جازی جیسے اہم شخص کی خفیہ رہائش گاہ کا علم ہے۔۔ الو بنا رہے ہو مجھے۔۔" وہ دھاڑا۔

"مم۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔ باس جازی مجھ سے بہت سے کام لیتا ہے اور بدلے میں میرا قرض معاف کر دیتا ہے۔۔"

"جوئے کی وجہ سے چڑھا ہوا قرض؟۔۔"

"ہاں۔۔۔"

"پتہ بتاؤ۔۔"

رازق کی زبان تیزی سے چلنے لگے اور مسٹر بی کے سوالات ختم ہونے پہ ہاشم کی ایک ہی ضرب میں چیختے ہوئے بے ہوش ہو گیا۔

"ماضو کی کرسی اس سے آگے کھینچ کر جلدی سے اسے ہوش میں لاؤ۔۔"

تھوڑی ہی دیر میں اس کی خواہش پوری ہوگئی۔ نوجوان نے دھیرے سے سر اٹھایا اور اس کی خالی خالی نظریں سامنے بیٹھے مسٹر بی پہ جم گئیں۔

"ماضو۔۔۔ہوش میں آؤ۔۔"

اس کی سخت آواز نے جیسے جادو کر دیا ہو، یکلخت ماضو کا شعور جاگا۔

"یہ۔۔میں کہاں ہوں؟۔۔"

"تم مجھے جانتے ہو؟۔۔" مسٹر بی نے پوچھا۔

ماضو کی نظریں اس کے چہرے اور شخصیت کا جائزہ لینے لگیں اور اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری۔

"میرے خیال سے تم مسٹر بی ہو۔۔ تمہیں کچھ عرصہ پہلے دیکھا تھا ایک ہوٹل میں۔۔ لیکن میرا تم سے کیا تعلق؟۔۔" اس نے پریشان انداز میں کہا جو اس بات کا غماز تھا کہ وہ مسٹر بی کی تعریف بھی جانتا ہے۔

"تم جن کے ڈیلیوری بوائے ہو، ان کے ساتھ میرا پھڈا ہے،

انہوں نے میرے دو آدمیوں کو گولی ماری ہے، پھر جب میں تفتیش پہ نکلا اور فیصل پلازہ کے ایک کاؤنٹر مین تک پہنچا تو انہوں نے اسے بھی گولی ماردی، کسی سے مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا تو میں تمہیں اور تمہارے خاندان کو اٹھالایا۔"

"کک۔۔ کون سا پلازہ؟۔۔"

"فیصل پلازہ۔۔ دوسرے فلور پہ دکان ہے وہ۔۔"

"یہ۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔ وہ۔۔ وہ۔۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آواز جیسے حلق میں ہی بیٹھ رہی۔

"کیا بات ہے؟۔۔ تم فیصل پلازہ کو لے کر پریشان ہوئے اور اپنے خاندان کے بارے میں نہیں۔۔"

"کک۔۔ کیا کہا۔۔ خاندان؟۔۔"

فیصل پلازہ کے حادثے کا سن کر شاید اس کا دماغ اس طرح سے ماؤف ہو گیا کہ اگلی بات اس کی سمجھ میں ہی نہیں آئی۔

"ہاں۔۔ تمہارا خاندان۔۔ دوسرے کمرے میں ہیں وہ لوگ۔۔"

"تت۔۔ تم گھٹیا اور بے غیرت ہو۔۔ میرے بوڑھے باپ اور معذور بہن کو بھی نہیں بخشا۔۔۔" اس نے نفرت سے بھرپور

لہجے میں کہا۔

اس کی بات سن کر رضی اور باقیوں کے چہرے تاریک ہوتے چلے گئے، مسٹر بی اس لہجے کا عادی نہیں تھا۔

"تم سمجھے نہیں بچے۔۔۔ جس طرح وہ لوگ فیصل پلازہ پہنچے ہیں وہ تم تک اور تمہارے خاندان تک بھی پہنچ سکتے ہیں، ایک طرح سے میں نے تمہارے سمیت تمہارے سارے خاندان کو بچا لیا ہے۔۔" مسٹر بی نے حیرت انگیز طور پہ ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا تو لمحہ بھر کے لئے ماضو کو چپ لگ گئی۔

"تم کیا چاہتے ہو؟۔۔"

"اب تم نے کام کی بات کی ہے۔۔۔ تمہارا اصل نام کیا ہے؟۔۔ اور یہ ماضو۔۔ اس کا مطلب؟۔۔"

"دانش ہے نام اور ماضو کوڈ ہے ایک بس، مشہوری اور انفرادیت کے لئے رکھا گیا ہے۔"

"تم کلب جازی کے لئے جو کام کرتے ہو، سب جاننا چاہتا ہوں میں۔۔"

مسٹر بی نے کہا تو چند لمحے سوچنے کے بعد دانش بولنے لگا۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ ایک طرف کلب جازی اس کے خون کا پیاسا ہے

اور واقعی وہ اس کے خاندان تک کو نہ چھوڑیں گے، دوسری طرف مسٹر بی جیسا بھیڑیا جس کی گرفت میں اس کا والد اور بہن تھے، وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔ ایک ہی رستہ تھا کہ وہ مسٹر بی کو معلومات دے کر ایک طرف ہو جاتا اور مسٹر بی کلب جازی سے ٹکرا جاتا، ایک فریق کے ختم ہوتے ہی اس کی نجات کے روشن امکانات تھے۔

"تم ذہین نوجوان ہو، اس پیشے میں کیوں آئے؟۔۔ کہیں اچھی نوکری کر لیتے۔۔؟ اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"نوکری۔۔۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"میں یونیورسٹی کے ٹاپرز میں سے ہوں، نوکری کے لئے بہت ٹیسٹ ٹیسٹ اور انٹرویو انٹرویو کھیلا۔۔ کھلانے کو پیسے نہیں تھے تو کسی نے نہیں رکھا۔۔ مزدوری بھی کی، مگر جس کے گھر پہ پولیو کا شکار بہن اور بڑھاپے کا شکار باپ ہو، اس کا گزارہ نہیں ہوتا اس وجہ سے مجھے یہ کام کرنا پڑا۔"

"میرے منہ سے یہ بات عجیب لگے گی مگر اللہ کسی کی بساط سے زیادہ بوجھ اس پہ نہیں ڈالتا، تمہارے اندر اللہ نے برداشت رکھی تھی تو یہ مشکلات بھی پیش آئیں مگر تم جلد ہی ہار مان گئے۔۔"

اس نے کہا۔

"خالی پیٹ یہ باتیں سمجھ نہیں آتیں جناب۔۔اور واقعی آپ کے منہ سے یہ بات نہیں جچی۔۔جو خود خطرناک غنڈہ ہو، جو بیمار افراد کو اس لئے اٹھالایا ہو کہ میری زبان کھلوا سکے۔۔وہ اچھی بات کرتے، اچھا بالکل نہیں لگتا۔" دانش مسکرایا۔

"تمہارا خاندان اپنے گھر پہ آرام کی نیند سو رہا ہے، فیصل پلازہ میں موجود تمہارا دوست زندہ ہے، کلب جازی والے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ میں ان کے پیچھے ہوں، اور نہ ہی وہ تمہیں یا تمہارے دوست کا مارنے کی سوچ رکھتے ہیں، تم سے معلومات نکلوانے کا یہ ایک طریقہ تھا جو میں نے استعمال کیا ہے، میں جو خوف تمہارے ذہن میں ڈالنا چاہتا تھا وہ تمہارے دماغ نے خود ہی قبول کر لیا اور میں جانتا ہوں کہ تم نے نفع نقصان سوچ کر ہی مجھے یہ سب بتایا ہے۔۔"

مسٹر بی نے کھڑے ہو کر کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے کہا تو دانش کا منہ حیرت کے مارے بگڑ گیا، اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا کہ وہ ایویں ہی سب کچھ بتا گیا جب کہ مسٹر بی نے جو کہا تھا وہ سب جھوٹ تھا۔۔اس کا دماغ ماؤف ہو گیا، اس نے تو سیانا پن

دکھایا تھا مگر اس کے سامنے ایسا شخص کھڑا تھا جو یہ بھی جانتا تھا کہ اس نے کیا سوچ کر سب کچھ بتا دیا۔

"مجھے تم پسند آئے اس لئے زندہ چھوڑ رہا ہوں۔۔ اگر کوئی ڈھنگ کا کام کرنا ہے تو چھوڑو یہ ماضو وغیرہ۔۔ دانش بنو۔۔۔ کلب المغرب کے کاؤنٹر پہ اپنا نام بتاؤ گے تو تمہیں بہتر کام دے دیا جائے گا۔ اور یہ معلومات دینے کے بدلے رقم تمہیں مل جائے گی۔ باقی رہ گئی کلب جازی کی بات۔۔۔ وہ تو ختم اب۔۔" بات کرتے کرتے اس کا لہجہ سرد ترین ہو گیا اور دانش کے جسم میں سرد لہر دوڑتی چلی گئی۔۔۔ مسٹر بی رضی کو بلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

* * *

اصل آباد صنعتی اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا تھا، نئی نئی صنعتیں لگائی جا رہی تھیں اور اندازہ تھا کہ آنے والے چند سالوں میں یہ شہر ملک کے اہم ترین شہروں میں سے ایک ہو گا۔ شہر سے ذرا ہٹ کر، ایسی جگہ جسے پراپرٹی ڈیلر لالچ کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ایک سرکاری سکول اور پرانا ہسپتال تھا۔ سکول تو اب خالی ہی رہتا تھا کیونکہ حکومت کی طرف سے آبادی کے قریب سکول بنایا جا چکا تھا، سکول کی عمارت تو کم رقبے میں تھی مگر مستقبل کو مد نظر رکھتے ہوئے دو ایکڑ زمین سکول کے لئے

مختص کی گئی تھی ساتھ ہی ہسپتال کے لئے چار ایکڑ زمین بھی خریدی گئی تھی۔

علاقے کے نامی گرامی شریف غنڈے کی ان چھ ایکڑ کے آس پاس پہلے ہی کچھ اراضی تھی، اس نے ٹاؤن بنانے کا اعلان کر دیا۔ جلد ہی ہسپتال اور سکول کی جگہ کے بارے میں سنا جانے لگا اور کہ وہ بھی خرید لی گئی ہے، اڑتی اڑتی یہ خبر پولیس اور سرکاری افراد تک پہنچے، پولیس اگلے ہی دن وہاں پہنچی اور ایک کانسٹیبل کی لاش، چار زخمیوں اور باقی افراد کی زندگی بچا کر بھاگتی ہوئی واپس آئی۔ شہر کے بڑے بیٹھے اور ٹاؤن میں کارنر پلاٹ لے کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ جلد ہی وہ سرکاری جگہ کروڑوں فی مرلہ کے حساب سے بکنے لگی کیونکہ حاصل آباد کے سرکاری اور ایلیٹ کلاس کے لوگ اس طرف مڑ گئے تھے جس سے جگہ کی قیمت آسمان کو چھونے لگی۔

* * *

رات گہری ہونے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی، وہ دونوں ، روپ کی کار میں سڑک کنارے موجود تھے۔

"کس کا انتظار ہے ؟۔۔" سوہنی نے پوچھا۔

"ایک شخص کا۔۔۔ یہ لو۔۔ اس کا ذکر چھیڑا اور وہ آ گیا۔"

اس نے سامنے ایک کوٹھی کے سامنے رکتی کار کو دیکھ کر کہا، جلد ہی وہ کار کوٹھی میں داخل ہوئی تو روپ نے بھی گاڑی سٹارٹ کی اور کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

"تو کال کر کے بلا لیتے اسے ؟۔۔"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری آمد سے باخبر ہو، ہو سکتا ہے وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا، اس کو ساتھ لے کر جانا ہے، ہمارے کاروبار میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ساتھ جانے سے انکار کر دے۔۔ پھر زبردستی کرنی پڑی گی۔"

"تمہیں جانتا ہے تو انکار کیوں کرے گا؟۔۔" سوہنی نے حیرت سے پوچھا۔

"جانتا ہے اسی وجہ سے تو انکار کرے گا۔۔" نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟۔۔"

"تمہیں تو مجھ سے مطلب ہونا چاہئے نا۔۔ تم یہی چاہتی ہو کہ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں۔۔ اور میں اپنی مجبوری بتا چکا ہوں کہ جس کام میں پھنس چکا ہوں، اس سے نکلنا میرے بس میں نہیں۔۔ میں تو نکل نہیں سکتا لہذا ایک ہی طریقہ تھا کہ تمہیں ساتھ ملا لیتا، اب میرے ساتھ چلتی رہو۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ سمجھ آہی جائے گی۔" اس نے کہا۔

"اوکے اوکے۔ سوری۔ غصہ کیوں ہوتے ہو۔ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی کروں گی۔"

"تم بات ہی ایسی کرتی ہو۔۔"

"کہاناسوری۔" وہ بھی غصے میں نظر آنے لگی اور روپ ہنس دیا۔

مطلوبہ کوٹھی کے سامنے پہنچ کر روپ نے ہارن بجایا اور ایک چوکیدار باہر نکلا۔

"جی صاحب۔۔۔"

"رازی صاحب کو یہ کارڈ دو۔۔" اس نے ڈیش بورڈ سے ایک کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا

تو چوکیدار سر ہلاتے ہوئے کارڈ پکڑ کر مڑا۔

تھوڑی دیر بعد گیٹ کھولا جارہا تھا اور روپ کار اندر لے گیا۔ اس کی نظریں تیزی سے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کوٹھی میں چوکیدار کے علاوہ دو اسلحہ بردار نظر آرہے تھے۔

ویسے اس نے جو بات سوہنی کو بتائی تھی وہ ساری سچ نہ تھی۔

پورچ میں گاڑی روک کر وہ برآمدے میں داخل ہوئے اور عمارت کے اندر گھستے چلے گئے۔ راہداری میں ایک ملازم نمودار ہوا اور ان کو ایک کمرے کی طرف احترام سے اشارہ کیا۔

"دھیان رکھنا، اگر ہاتھ پیر چلانے پڑیں تو تیار رہنا، کم از کم چار آدمیوں کو بے ہوش کرنا پڑے گا۔۔"

اس نے کہا تو پہلے تو سوہنی کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا اور پھر وہ نارمل ہوتی نظر آئی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئے تو سامنے صوفے پہ ایک صحتمند جسم کا مالک شخص بیٹھا انہیں گھور رہا تھا۔

"روپ سنگھ۔۔ یہ کون ہے ساتھ ؟۔۔"

"اپنی ہی خاص ہے۔۔۔ تم سناؤ جازی۔۔ کیسا چل رہا ہے؟ سنا ہے آج کل تم نشانہ بن

رہے ہو کسی انجانی طاقت کا۔۔"

روپ نے لاپرواہی سے کہا اور دونوں جازی کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئے۔

"روک لوں گا اس انجانی طاقت کو بھی، تم سناؤ۔۔۔ کیسا ہے تمہارا باس اور تم۔۔" جازی کی پر ہوس نظریں سامنے موجود لڑکی پہ جمی ہوئی تھیں اور لہجے میں عجیب ساز ہریلا پن تھا۔

"ہم تو سکون میں ہیں، میں نے سوچا ہو سکتا ہے تمہیں مدد کی ضرورت ہو اس لئے چلا آیا۔۔"

"مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے۔۔ تمہیں یہاں کا پتہ کس نے بتایا؟ ۔۔"

"کسی نے بتا ہی دیا ہو گا۔۔ اسی طرح تمہارا دشمن بھی تم تک پہنچ سکتا ہے۔۔"

روپ نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"دشمن کی ابھی اتنی اوقات کہاں کہ جازی پہ ہاتھ ڈال سکے۔۔ کیا پیو گے؟۔۔"

"بعد میں پی لیں گے۔۔ ابھی تم میرے ساتھ چلو۔۔" روپ نے اٹھتے ہوئے کہا، سوہنی بھی کھڑی ہو گئی تھی اور ذہنی طور پہ چوکس نظر آ رہی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔ تمہارے ساتھ۔۔۔ کیوں؟۔۔" جازی چونکا۔

"تمہاری حفاظت کا ذمہ۔۔ تمہارے باس نے مجھے دیا ہے۔۔"

"کیوں بے وقوف بنا رہے ہو۔۔ سلطان اور نشتر کی آپس میں نہیں بنتی، تو ہم دونوں

کی کیسے جم سکتی ہے۔۔ نشتر صاحب تمہیں کیوں ہائر کریں گے بھلا۔۔۔ اور وہ بھی میری حفاظت کے لئے۔۔ تم سے بہتر تو میں خود کو محفوظ رکھ سکتا ہوں۔۔"

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔۔"

روپ نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا، جازی کے صوفے سے

اٹھنے سے پہلے ہی وہ اس کے سامنے پہنچ گیا تھا اور اس کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما مگر جازی کی کنپٹی پہ لگنے کی بجائے ہوا میں جھول گیا، جھولتے ہی اس کی کمرے پہ جازی کی لات لگی اور وہ اچھل کر منہ کے بل صوفے پہ جا گرا۔۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں جازی تھا وہاں روپ۔۔۔ اور جہاں روپ تھا وہ جازی پہنچ گیا ۔۔ مگر جازی شاید سوہنی کو بھول گیا تھا، ابھی وہ سیدھا ہوا ہی تھا کہ اس کی کمر پہ زوردار لات لگی اور وہ بھی اچھل کر روپ کی طرف بڑھا اور روپ کی گھومتی ہوئی لات اس کے نچلے جبڑے پہ لگی، جازی کی زبان دونوں جبڑوں سے گلے ملی تو درد سے جازی کی چیخ نکلی، پل بھر کے لئے وہی سُن ہو گیا، وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر جھکا ہی تھا کہ روپ کا بازو حرکت میں آیا اور جازی کی کنپٹی پہ زور سے مکہ رسید ہوتے ہوئے جازی ایک بار پھر چیخ کر شیشے کی میز پہ الٹ پڑا، اسی وقت سوہنی کی لات حرکت میں آئی اور جازی کی کنپٹی پہ رسید ہوئی، وہ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

اس کے فوری بعد وہ دوڑ کر دروازے کے پاس رکی، عین اسی وقت دروازہ دھماکے سے کھلا اور راہداری میں ملنے والا ملازم اندر داخل ہوا، سوہنی کا ہاتھ اس کی گردن پہ پہنچا اور اس کا سر پوری

قوت سے کھلے دروازے سے دے مارا۔۔ بے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔

"ویری گڈ۔۔ ہماری جوڑی کمال کی رہے گی۔۔" روپ مسکرایا۔

"تم سانڈ کی طرح حملہ کرنے کو تیار رہتے ہو۔۔ سوچتے دیکھتے کچھ نہیں۔۔" سوہنی نے منہ بنایا۔

"دیکھنے سوچنے کے لئے تم جو مل گئیں۔۔"

"چلو اب۔۔۔ ابھی اور بھی لوگ ہیں باہر۔۔" سوہنی نے کہا تو روپ سر ہلاتے ہوئے اٹھا اور جازی کو کندھے پہ ڈال کر باہر کی طرف لپکا۔۔ سوہنی اسکے آگے آگے چل رہی تھی۔

"یہ پسٹل رکھ لو۔۔ باہر جو لوگ ہیں ان کے پاس اسلحہ ہے۔۔" روپ نے کہا تو سوہنی نے جیسے ڈرتے ڈرتے پسٹل پکڑا۔

"تم بہت ذہین ہو۔۔ اس ملازم کا تو مجھے بھی خیال نہیں رہا تھا کہ چیخ سن کر وہ بھی آسکتا ہے۔۔" روپ نے مسکرا کر کہا۔

"تعریف کے لئے شکریہ۔۔" وہ بھی مسکرائی۔

جیسے ہی وہ جازی کو لئے برآمدے میں پہنچے، اسلحہ بردار چونک گئے، انہوں نے ابھی گنیں سیدھی کی ہی تھیں کہ ٹرچ ٹرچ کی آواز کے ساتھ وہ دونوں چپ چاپ لہراتے ہوئے زمین پہ

آرہے۔۔

"مم۔۔ میں نے نہیں گولی چلائی۔۔" وہ سہم کر بولی۔۔

سامنے دو لاشیں دیکھ کر جیسے اس کے ہوش اڑ گئے، اُدھر روپ بھی قدرے بوکھلائے ہوئے انداز سے اندھیرے کو گھور رہا تھا مگر گولی چلانے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے تیزی سے ایک ستون کی آڑ لی، اسے دیکھتے ہی سوہنی بھی دوسرے ستون کے پیچھے ہو گئی۔

"لگتا ہے کوئی اور بھی ہے یہاں جو پہلے سامنے نہیں آیا۔۔" وہ بڑبڑایا۔

" جازی کو میرے حوالے کر دو اور تم دونوں صحیح سلامت دفع ہو سکتے ہو۔۔"

ایک سرد آواز، خاموشی، ہوا اور ان کے سکون کو چیرتی ہوئی ان سے مخاطب ہوئی۔

"کون ہو تم۔۔؟۔۔"

"باپ کو ہی بھول گئے روپ سنگھ۔۔ جو کہا ہے وہ کرو۔۔" وہ غرایا۔۔

"بھول جاؤ۔۔"

روپ سنگھ بھی طیش میں آگیا، ادھر سوہنی ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔

"میں تو کرسی پہ بیٹھا ہوں پسٹل پکڑ کر، تم لوگ ستون سے جپھی ڈال کر کھڑے رہو، جب تھک جاؤ تو بتا دینا۔۔"

اس نے کہا تو روپ نے بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کون ہے جو اس کے بارے میں جانتا ہے، جو جازی کو ہتھیانا چاہتا ہے۔۔ کیا نشتر کا کوئی آدمی۔۔ حکومت کا کوئی ایجنٹ یا کون۔۔۔

"پسٹل پکڑ کر تو کوئی بھی شیر بن جاتا ہے۔۔" روپ نے اپنی طرف سے چال چلی۔

"بالکل۔۔ سچ کہا۔۔ میں وہی ہوں۔۔" ٹھنڈا جواب سن کر اس نے بے بسی سے سوہنی کی طرف دیکھا۔

"میرا وعدہ ہے کہ تم دونوں کو کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ میں چاہوں تو تمہارے عقب میں بھی پہنچ سکتا ہوں مگر پھر تمہاری لاوارث لاشیں ہی ملیں گی۔۔ تم نہیں بچو گے۔۔ جازی مجھے سونپ دو اور تم دونوں چپ چاپ نکل جاؤ۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن تمہارے وعدے پہ یقین کیسے

کروں؟۔۔" روپ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم کل تک یہیں ٹھہرو۔۔ میں عدالت سے اشٹام لکھوالاتا ہوں ۔" وہ غرایا۔

"رکو ہم آرہے ہیں سامنے۔۔"

روپ نے دل ہی دل میں اسے "الو کا پٹھا" کہتے ہوئے کہا۔

"پہلے رانی جی سے کہو ہاتھ میں جو جھنکنا پکڑا ہوا ہے وہ پھینک دیں۔۔" اس نے کہا۔

"الو کا پٹھا۔۔" سوہنی نے جھلا کر کہا اور پسٹل دور پھینک دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں جازی سمیت آڑ سے نکل کر سامنے آئے۔

" سوہنی۔۔ اسے خالی ہاتھ ہی چھاپ لیں گے ورنہ یہ ہمیں بھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔" روپ بڑبڑایا تو سوہنی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جلدی۔۔" اس کی سرد آواز گونجی تو بر آمدے سے پورچ میں اترے۔

سامنے اندھیرے سے ایک روشنی میں آیا۔ وہ درمیانے قد اور اچھی صحت کا مالک محسوس ہو رہا تھا۔۔ چہرے پہ نقاب اور ہاتھوں پہ سیاہ دستانے جن میں سائلنسر لگا پسٹل تھا۔ وہ تینوں

ایک دوسرے کی طرف بڑھتے رہے اور قریب پہنچتے ہی رکے۔ نقاب پوش کا نقاب ایسا تھا کہ سر کے بال نظر آ رہے تھے جو کہ سرکنڈوں کی طرح پیچھے کو سیٹ کیے گئے تھے۔

روپ نے اس کے سامنے زمین پہ ڈال دیا، نقاب پوش نے پسٹل بیلٹ میں اڑسا اور بے ہوش جازی کی طرف بڑھا۔

اسی وقت جیسے بجلی کوندتی ہے، روپ اچھلا اور اس کی گھومتی ہوئی کریسنٹ کک نقاب پوش کے سینے کی طرف بڑھی، نقاب پوش ان کی حرکت سے شاید پہلے ہی واقف تھا، اس نے تیزی سے جسم کو موڑ کر کک سے بچایا اور ہاتھ سے تھپکی دی تو روپ کا جسم مزید ایک چکر گھوم کر دھڑام سے گرا، ابھی نقاب پوش سیدھا نہیں ہوا تھا کہ اس کے پہلو میں جیسے کسی نے چھرا گھونپ دیا ہو، سوہنی کی جوتی کی چھوٹی سی ایڑی اس کے پہلو پہ پوری قوت سے پڑی تھی، وہ جھٹکے سے ایک قدم پیچھے ہٹا اسی وقت روپ نے اچھل کر اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور شکنجہ کستے ہوئے پیچھے کو کھینچا، نقاب پوش عقبی طرف تن گیا، سوہنی نے موقع کا فائدہ اٹھاتا ہوا جمپ لیا اور اس سے پہلے کہ وہ نقاب پوش کے سینے پہ لات مارتی، روپ جو اپنی طاقت اور شکنجے پہ پر اعتماد تھا، اڑتا ہوا ہوا

میں موجود سوہنی سے ٹکرایا اور دونوں چیختے ہوئے زمین پہ آرہے۔ نقاب پوش نے اچانک آگے جھکتے ہوئے روپ کو اچھال دیا تھا۔

"خبردار جو اب حرکت کی۔۔ چیر کر رکھ دوں گا۔۔"

اس کی غراہٹ سن کر ان دونوں کے دل حقیقتاً دہل گئے۔

وہ تیزی سے جازی کی طرف بڑھا اور جھک کر کندھے پہ ڈالنے ہی لگا تھا کہ ہلکی سی روشنی میں اس نے ایک سایہ حرکت میں دیکھا۔۔ اس نے فوری ہاتھ بڑھایا تو ایک لات جو اس کے چہرے پہ لگنی تھی، اس کی پکڑ میں آئی اور اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔

سوہنی جبڑے بھینچے سامنے کھڑی تھی، نقاب پوش کے دیکھنے سے اسے یوں محسوس ہوا جیسے بھوکا بھیڑیا شکار کو دیکھ رہا ہو۔

"تمہاری ہمت کو سلام۔۔۔"

وہ طنزیہ انداز میں غرایا اور وہیں سے الٹی قلابازی مارتے ہوئے اس کی ایک لات سوہنی کے پیٹ پہ لگی اور وہ چیخ کر پشت کے بل زمین پہ آرہی۔۔ اس کی چیخ سن کر روپ آپے سے باہر ہوتے ہوئے اٹھا اور دھاڑتا ہوا نقاب پوش کی طرف بڑھا اس بار نقاب

پوش نے شاید دفاع کی بجائے حملے کی ٹھان لی تھی، اس نے سیدھی قلابازی ماری اور دونوں پاؤں جوڑتے ہوئے ہوا میں اڑتے ہوئے روپ سنگھ کے سینے سے ٹکرایا، روپ سنگھ ڈکراتے ہوئے برآمدے کے ستون سے ٹکرایا اور دھڑام سے زمین پہ آ رہا۔

"تت۔۔۔ تم کون ہو۔۔؟۔۔" روپ سنگھ کی آواز سن کر سوہنی جو حملہ کرنے لئے
تیار تھی، ٹھٹک کر رک گئی۔

"مسٹر بی۔۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میرے رستے سے ہٹ جاؤ۔۔" اس کی پھنکارتی ہوئی آواز سن کر روپ کو خوف بھری جھرجھری آئی۔

"رکو۔۔ مت حملہ کرو۔۔۔"

روپ نے چیخ کر سوہنی کو روکتے ہوئے کہا جو کہ آگے بڑھ رہی تھی مگر سوہنی رکنے کی بجائے ایڑی کے بل گھومی اور اس کی گھومتی ہوئی لات مسٹر بی کی پنڈلیوں کی طرف بڑھی، وہ ضرب سے بچنے کے لئے اچھلا اور وہیں سے سوہنی کی کک کا زاویہ بدلا اور ہوا میں موجود مسٹر بی کی ٹانگوں سے ٹکرائی، مسٹر بی کے جسم

ک توازن بگڑا اور وہ لہرا کر گرنے کو ہی تھا کہ سوہنی اچھلی اور فلائنگ کک مسٹر بی کے لہراتے وجود کی طرف بڑھی۔ مسٹر بی نے جسم کو جھٹکا دیا اور ایک ہاتھ سے کک کو روکتے ہوئے وہ تیزی سے آگے بڑھتا ہوا بالکل سوہنی کے چہرے پہ پاس پہنچ کر رک گیا۔۔

"ہٹ جاؤ میرے رستے سے۔۔"

اس نے سخت لہجے میں کہا تو سوہنی ہڑبڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹی کیونکہ مسٹر بی کا چہرہ عین اس کے چہرے کے سامنے تھا اور اس کی سرد آواز نے جیسے سوہنی کے حوصلے پہ کاری ضرب لگائی ہو۔۔ وہ کافی دیر سے اور پوری قوت سے اسے ہرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر مسٹر بی۔۔ وہ دفاع تک محدود تھا اور اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ روپ اور سوہنی کے کسی بھی حملے یا ضرب سے اسے کوئی فرق نہیں پڑا۔۔ وہ پیچھے ہٹتی گئی تو مسٹر بی تیزی سے جازی کی طرف بڑھا اور کندھے پہ لادتے ہوئے اندھیرے میں گم ہوتا چلا گیا۔

روپ اور سوہنی ساکت و جامد کھڑے تھے جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر انہیں پتھر کا کر دیا ہو۔۔

"یہ کون تھا؟۔۔" سوہنی میکانکی انداز میں بولی۔

"مسٹر بی۔۔ یہ ایک آفت ہے۔۔ شکر ہے جان بچ گئی۔۔" روپ نے جھر جھری لیتے ہوئے جواب دیا۔

سوہنی بھی مسٹر بی کے "سحر" سے نکل آئی تھی، اس کی آنکھیں ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔

ہارے ہوئے جواریوں کی طرح وہ اپنی کار کی طرف بڑھے، کار میں سوار ہوتے ہی روپ نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور انجن غرایا اور ساتھ ہی اس کے سر پہ قیامت ٹوٹ پڑی، اس نے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تو سوہنی کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا، کوئی ثواب سمجھ کر اس کے سر پہ بھی ضربیں لگا رہا تھا، اس سے زیادہ گردن وہ موڑ نہ سکا اور اسٹیئرنگ پہ گرتا چلا گیا۔

☆

اس کی آنکھ کھٹکا سن کر کھلی تو وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی مگر کچھ بھی سمجھ نہ آیا تو اس نے سائیڈ ٹیبل کی طرف لیمپ آن کرنے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا، میز ٹٹولتے ہوئے اچانک ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کی چیخ گونجی اور بے اختیار اس نے ہاتھ کھینچ کر منہ کے نزدیک کیا تو اس کے منہ پہ لوہے کی کوئی چیز ٹکرائی، ساتھ ہی خودبخود کمرے میں روشنی پھیل گئی۔۔ کمرے کا منظر دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔۔ یہ اس کا کمرہ ہی نہ تھا۔۔ وہ تو سارے کام ختم کر کے مقررہ وقت پہ اپنے بیڈروم میں سونے چلا گیا تھا مگر اب کسی اور ہی کمرے میں اس کی آنکھ کھلی تھی۔۔ ہاتھ کی تکلیف نے

اسے سوچ کی دلدل سے نکالا تو اس نے چونک کر ہاتھ کی طرف دیکھا۔۔

"اوہ۔۔۔"

بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کیونکہ اس کا ہاتھ چوہے پکڑنے والی کِڑکی میں پھنسا ہوا تھا۔۔ سائیڈ ٹیبل پہ ابھی بھی دو کڑکیاں منہ کھولے اس کے ہاتھ کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔

"کیا بکواس ہے یہ سب۔۔۔ کوئی ہے۔؟۔۔ اختر۔۔۔ وسیم۔۔۔ کدھے مر گئے سب کے سب۔۔" وہ حلق کے بل چیخا۔۔

"دھیرج نشتر صاحب۔۔ دھیرج۔۔ ٹھنڈہ ہونے دیں۔۔۔ ورنہ زبان جل جائے گی۔۔۔۔"

سرد آواز سن کر وہ چونک گیا، اس نے پہلے دھیان ہی نہیں دیا تھا ، اب آواز سن کر گردن موڑی تو دوسری طرف صوفے پہ لیٹا ہوا نقاب پوش نظر آیا۔

"کون ہو تم ؟۔۔ اور میں کہاں ہوں ؟۔۔"

"ہم تم اس کمرے میں بند۔۔ اور چابی۔۔۔ کھو گئی ہے۔۔"

وہ گنگناتے ہوئے بیٹھا۔

"بکواس بند کرو۔۔ تم جانتے نہیں میں کون ہوں۔۔"

نشتر نے کڑکی سے ہاتھ نکالتے ہوئے کہا۔

"جان تو گیا ہوں۔۔ کڑکی میں کون پھنستا ہے۔۔ یہ تم بھی جانتے ہو۔۔"

"بھاڑ میں جاؤ۔۔"

"میں نے دو نشستیں رکھی ہیں۔۔ تم بھی چلو گے ساتھ ہی۔۔"

"الو کا پٹھا۔۔۔"

نشتر نے کا ہاتھ آزاد ہوا تو اٹھنے کے لئے کمبل خود سے ہٹاتے ہوئے بڑبڑایا مگر ساتھ ہی اسے جھٹکا لگا۔۔۔ اس کے دونوں پیر زنجیروں سے باندھے گئے تھے۔

"ابھی ایک اور سرپرائز بھی ہے۔۔" نقاب پوش تالی بجانے کے انداز میں ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے اٹھا۔

"کیا تم پاگل ہو؟۔۔" نشتر نے جھلا کر پوچھا۔

"اب تک کی میری ہسٹری کے مطابق سب یہی کہتے ہیں۔۔" وہ جیسے مسکرایا۔

"کھولو مجھے۔۔۔"

"ہشت۔۔ کیا سمجھ رہے ہو خود کو کہ تمہیں کھول دوں؟۔۔ سنا

ہے تم دُم سے صفائی کر کے بیٹھتے ہو۔۔ کیا یہ سچ ہے یا ایویں طالبعلموں کو متاثر کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔۔" وہ رازدانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"کتے۔۔۔"

"نہیں نہیں۔۔ تمہیں واحد جمع کا ٹھیک طرح علم نہیں۔۔ واحد کے ساتھ بڑی "ے" نہیں لگاتے۔۔۔ ویسے نام رکھنے کے معاملے میں گرائمر میں چھوٹ مل جاتی ہے میرے خیال سے۔۔ جیسے شعر لکھتے ہوئے آزادی مل جاتی ہے۔۔ یا سگنل توڑتے ہوئے یا حق مارتے ہوئے یا۔۔۔"

"یا تمہاری زبان کاٹتے ہوئے۔۔" نشتر جل کر بولا۔

"کاٹنا۔۔ بات تو وہی ہے۔۔ واحد اور جمع۔۔۔"

"بکواس بند کرو۔۔ کہاں ہوں میں؟۔۔" وہ دھاڑا۔

"بتاتا ہوں۔۔" نقاب پوش اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

اس نے دیوار پہ نصب بورڈ پہ موجود بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا اور مڑ کر نشتر کو دیکھنے لگا۔۔

"کیا کرنے لگے ہو؟۔۔"

"تمہیں بہت شوق ہے کہ تمہاری جائداد وسیع ہو۔۔ تمہاری

خواہش پوری کرنے لگا

ہوں۔۔" اس نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

اسی وقت نشتر چونک گیا، اس کی ٹانگوں سے بندھی زنجیریں مخالف سمت میں حرکت کرنا شروع ہو گئی تھیں اور جلد ہی زنجیریں تن گئیں پھر اس کی ٹانگوں کو بھی مخالف سمت میں کھینچے لگیں تو نشتر گھبرا گیا۔۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے سامنے کھڑے نقاب پوش کو دیکھا۔۔

"جیسا کہ میں نے کہا تھا۔۔۔ تمہاری جائداد وسیع ہونے والی ہے۔۔"

اس نے جھک کر ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف مڑا جیسے اس کا کام ہی لوگوں کی جائداد وسیع کرنا ہو بس۔۔

"رر۔۔ رکو۔۔ رکو پلیز۔۔۔ کیا چاہتے ہو تم۔۔" نشتر چیخنے لگا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔ بس تمہاری تمنا پوری کرنا چاہتا ہوں۔۔" اس نے کہا اور باہر کی طرف قدم بڑھایا۔

"رکو۔۔ پلیز۔۔ مجھے تکلیف ہو رہی۔۔ پلیز اسے روک۔ پلیز۔"

"بڑی سلطنت کے لئے تکلیف بھی بڑی۔۔" اس نے رکتے

ہوئے کہا۔

ٹانگیں کافی حد تک مخالف سمت میں کھنچی جا چکیں تھیں، نشتر کا چہرہ تکلیف سے سرخ ہو رہا تھا۔

"کیا چاہتے ہو۔۔ پلیز بتاؤ۔۔"

"تمہیں ایک ہی دن میں کراٹے سکھانے ہیں اس لئے یہ پہلا قدم ہے۔ stretching۔ کک اونچی جائے گی۔۔" اس نے بے وقوفوں کی طرح کہا۔

"بکو بھی۔۔ کیا چاہتے ہو تم؟۔۔"

وہ چیخ اٹھا، اس کی آنکھوں سے پانی جاری تھا اور منہ کے بل بیڈ پہ گر گیا تھا، وہ پوری قوت سے ٹانگیں پیچھے کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر مشین کے سامنے اس کی کیا بساط۔۔۔ وہ لگاتار چیخنے لگا تو نقاب پوش نے آگے بڑھ کر بٹن دبایا۔۔ اچانک زنجیریں نہ صرف رک گئیں بلکہ قدرے ڈھیلی بھی پڑ گئیں۔ وہ دم سادھے پڑا تھا جیسے مر ہی گیا ہو مگر سانس کی رفتار بتا رہی تھی کہ بہت شدت سے زندہ ہے ابھی نشتر"۔۔

"جازی کون ہے؟۔۔" نقاب پوش کی سرد آواز سن کر اس نے سر کو جھٹکا دیا۔

"کتے کے بچے۔۔۔" نشتر چیخا۔

"نہیں نہیں ۔۔ صرف تمہیں لایا ہوں۔۔ باقی سب گھر پہ ہی ہوں گے۔۔" نقاب پوش نے کہا اور ساتھ ہی بٹن دبا دیا۔۔ جیسے ہی زنجیر میں حرکت ہوئی نشتر گھبرا کر سیدھا ہوا۔

"جج۔۔ جازی میرا آدمی ہے۔۔ وہ یہاں کا رہنے والا نہیں۔۔" اس نے تیز تیز لہجے میں کہا تو نقاب پوش نے بٹن دبا کر زنجیروں کو روکا۔

"اس کے بارے میں مکمل تفصیل بتاؤ۔۔"

جواب میں نشتر کی زبان زخمی نشتر کی طرح چلنے لگی۔۔

"اور سلطان۔۔ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟۔۔" اس نے پوچھا تو نشتر چونک گیا۔

"تم یہ سب کیسے جانتے ہو؟۔۔"

اس نے پوچھا تو نقاب پوش کا ہاتھ بٹن کی طرف بڑھا۔

"سس۔۔ سوری۔۔ بتاتا ہوں۔۔ وہ اور میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن سب کے سامنے ایک ہونے کا ڈرامہ کرتے ہیں۔"

"ساری تفصیل بتاؤ۔۔ تم کیا کرتے ہو؟۔۔۔ وہ کیا کرتا ہے؟۔۔

کب سے مخالفت چلتی آ رہی ہے؟۔۔۔"

"ہم قبضہ مافیا کے سربراہ ہیں اور۔۔۔۔"

نشتر زنجیروں کو دیکھ کر بے بسی سے ہونٹ چباتے ہوئے دوبارہ شروع ہو گیا۔

"یہ ہو کیا رہا ہے۔۔ روپ غائب ہے، نشتر بھی لاپتہ ہے۔۔ اس کے اہم لوگ بھی غائب ہو چکے ہیں۔۔ یہ سب چل کیا رہا ہے۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے ڈرائنگ روم میں ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا۔

"کہیں حکومت قبضہ مافیا کے خلاف تو نہیں نکل پڑی۔۔ نہیں نہیں۔۔ حکومت کیسے ایسا کر سکتی ہے۔۔ بہت سے لوگ نشتر کی مٹھی میں تھے۔۔ پھر یہ سب ہے کیا۔۔"

فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا اور تیزی سے تپائی پہ موجود فون کی طرف بڑھا۔

"سلطان سپیکنگ۔۔" ریسیور اٹھا کر صوفے پہ گرتے ہوئے اس نے کہا۔

"باس۔ نشتر صاحب کے ایک شخص جازی کے بارے میں کچھ معلومات ملی ہیں۔"

"کیا معلومات؟۔۔"وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"جازی کلب کے خلاف ایک مقامی غنڈہ کام کر رہا ہے، اس کا نام مسٹر بی ہے۔۔ پاگل قسم کا بہت ہی بے رحم اور سفاک انسان ہے۔۔ زیرِ زمین اس سے لوگ بہت ڈرتے ہیں، وہ برائے نام انسان ہے در حقیقت ایک جانور ہے۔ جازی کے آدمی نے مسٹر بی کے کسی آدمی کو گولی ماری تھی جس وجہ سے وہ جازی کے خلاف نکل پڑا۔ جازی کلب کے تہ خانے بھی کچھ دن پہلے تباہ ہو گئے اور تباہی سے ایسا ہی لگتا ہے کہ وہاں وافر مقدار میں اسلحہ تھا جس سے سرکاری ادارے بھی حرکت میں آ گئے مگر مسٹر بی کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ سب کا یہی خیال ہے کہ اس کے پیچھے مسٹر بی کا ہاتھ ہے کیونکہ ایسا وہی کر سکتا ہے اپنے دم پہ۔"

"جازی کہاں ہے؟۔۔"

"وہ بھی اپنی خفیہ رہائش گاہ سے غائب ہے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ بھاگ گیا ہے یا مسٹر بی کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ اس کی رہائش گاہ پہ موجود لاشیں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ اغوا ہوا ہے لیکن کنفرم

نہیں۔۔ ظاہری طور پہ جازی اور اس کا سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔۔ جازی کو نشتر سے پہلے اغوا کیا گیا ہے۔۔ کام ایک ہی رات کا ہے مگر وقت مختلف ہے۔۔ جازی کی رہائش گاہ پہ مرنے والے رات گیارہ سے بارہ کے درمیان مرے ہیں جبکہ رات کے آخری پہر نشتر کے گھر پہ ایک شخص کو داخل ہوتے دیکھا گیا ہے۔ وہ سیدھا سکیورٹی روم میں گیا اور کیمرے ناکارہ کر کے پھر نشتر کو لے گیا۔"

"مزید کچھ علم ہو تو انفارم کرنا۔۔"

"یس باس۔۔۔"

سلطان نے کریڈل دبا کر تیزی سے نمبر ملایا۔

"فاروقی سپیکنگ۔۔" دوسری طرف سے سنجیدہ اور سخت آواز سنائی دی۔

"سلطان بول رہا ہوں۔۔ ایک مصیبت آن پڑی ہے۔۔" اس نے بھی سخت لہجے میں کہا۔۔

"اوہ۔۔ سلطان صاحب۔۔ ایسی کیا مصیبت آن پڑی؟۔۔" دوسری طرف سے نرم لہجے میں پوچھا گیا۔

"کچھ دن پہلے جازی کلب کے تہ خانے تباہ ہوئے ہیں جن میں

اسلحہ ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔۔ اس کیس پہ کون سا ادارہ کام کر رہا ہے۔۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے۔۔ ان کے بارے میں تفصیلی رپورٹ چاہئے مجھے۔۔"

سلطان کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے ملازم سے مخاطب ہے۔

"تھوڑی دیر تک آپ سے رابطہ کرتا ہوں۔۔" دوسری طرف سے اطمینان بھرے انداز میں کہا گیا جیسے یہ کوئی بڑا کام نہ ہو۔

اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"اس سے پہلے کہ وہ لوگ مجھ پہ بھی ہاتھ ڈالیں، میں ان پہ ہاتھ ڈال دوں گا۔۔" وہ بڑبڑایا۔

یوں ہی انتظار کرتے کرتے آدھا گھنٹہ گزر گیا، اسی بے چینی ہونے لگی، اس نے سوچا خود ہی فاروقی کو کال کر لے، ابھی اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔۔ اس نے تیزی سے ریسیور اٹھایا۔

"سلطان سپیکنگ۔۔"

"فاروقی بول رہا ہوں سلطان صاحب۔" فاروقی کی پریشانی میں

نہائی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا؟۔۔ تم پریشان لگ رہے ہو؟۔۔"

"بات ہی ایسی ہے۔۔ سلطان صاحب۔۔ دعا کریں کہ آپ کا پالا ان لوگوں سے نہ پڑے جن سے جازی کلب کا واسطہ پڑا ہے۔۔" فاروقی نے کہا تو سلطان اچھل پڑا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔"

"بس اتنا سمجھ لیں کہ وہ لوگ موت پمفلٹ کی طرح تقسیم کرنے والے لوگ ہیں۔

سرکاری ہیں مگر کسی کی پہنچ سے باہر۔۔ ان کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اور وہ

شاید سب میں گھسے رہتے ہیں۔۔ بہت ہی خطرناک لوگ ہیں، میں ان کا نام نہیں لے سکتا ورنہ میں اور میرا خاندان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا اور قانون پھر بھی انہی کے ساتھ کھڑا ہو گا۔۔۔" فاروقی نے کہا اور کال بند ہو گئی۔

سلطان مجسمے کی طرح ساکت، ہاتھ میں ریسیور تھامے بیٹھا تھا۔۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔ اچانک وہ ہوش میں آیا اور ریسیور واپس رکھ کر سوچ میں ڈوب گیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ فاروقی نے اسے کورا جواب دے دیا تھا ورنہ وہ ہر ادارے سے متعلق اور حکومت کے ہر قدم سے متعلق فاروقی سے معلومات لے لیتا تھا اور ہر بار فاروقی قیمتی اثاثہ ثابت ہوا تھا مگر اس بار۔۔ اثاثہ ہی بھاگ گیا تھا جس نے سلطان کو پریشان ہونے اور سوچنے پہ مجبور کر دیا تھا کہ آخر کون ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں فاروقی بات کر رہا تھا۔۔ اگر فاروقی نہیں بتا سکتا تو کس سے پوچھا جائے اور اسی مخمصے میں گم تھا۔ اس نے دوبارہ ریسیور اٹھا کر نمبر ملایا۔

"پولیس ہیڈ کوارٹر۔۔"

"آئی جی سے بات کراؤ۔۔ سلطان بات کر رہا ہوں۔۔"

"اوہ یس سر۔۔۔"

"مختار سپیکنگ۔۔۔ کیسے ہیں سلطان صاحب؟۔۔" ایک بے تکلف مگر بھاری آواز سنائی دی۔

"ابھی تک تو ٹھیک ہی ہوں۔۔" سلطان نے کہا۔

"اوہ۔۔ بتائیے۔۔ یہ عاجز کیا خدمت کر سکتا ہے؟۔۔" خادمِ خاص نے جواب دیا۔

"جازی کلب والے کیس پہ کون سا ادارہ کام کر رہا ہے؟۔۔"

"جازی کلب۔۔ اوہ ہاں۔۔ وہاں سے اسلحہ برآمد ہوا تھا۔۔ ہم لوگ ہی کام کر رہے ہیں۔۔"

"تمہارے علاوہ کونسا ادارہ ہے؟۔۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ کوئی خفیہ ادارہ بھی کام کر رہا ہے۔۔"

"ایسی کوئی بات، رپورٹ یا حکم نہیں ملا ہمیں۔۔ سب کچھ ہماری نگرانی میں ہو رہا ہے۔۔"

"اوکے۔۔ شکریہ۔۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"فاروقی کہتا ہے کہ کچھ سرکاری لوگ کام کر رہے ہیں، پولیس آئی جی کو خبر ہی نہیں۔۔ کیا گورکھ دھندہ ہے۔۔ یہ دونوں مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ اتنا بڑا واقعہ بھی نہیں کہ کوئی خاص الخاص ادارہ ادھر توجہ دے۔۔ پھر یہ ہے کیا۔۔"

وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی الجھ گیا تھا۔

"دوسری طرف میرے لوگ کہہ رہے ہیں کہ کوئی مسٹر بی جازی کے خلاف کام کر رہا ہے۔۔ حکومت۔۔ غنڈہ۔۔ حکومت۔۔ یہ چکر کیا ہے۔۔" اس نے کنپٹیوں کو مسلتے ہوئے کہا اور اکتا کر کھڑا ہوا۔

"میرا خیال ہے اونچی سطح پہ بات کرنی پڑے گی ورنہ جو کوئی بھی ہے وہ گلا ناپ ہی لے گا۔۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

سلطان کا قافلہ تیزی سے سڑکوں سے گزرتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک وزیر سے خصوصی طور پہ لیا تھا۔ وزیر کی طرف سے اسے یہ مشورہ ملا کہ بجائے فون پہ بات کرنے کے بالمشافہ بات کر لی جائے، سلطان ویسے بھی بوکھلایا ہوا تھا، اس نے بھی بہتر سمجھا کہ ملاقات ہو ہی جائے۔

شہر سے نکل کر وہ ایک خوبصورت اور وسیع و عریض فارم ہاؤس میں داخل ہو رہے تھے۔ فارم ہاؤس میں ایک طرف خوبصورت انداز میں سبھی پارکنگ میں گاڑیاں رکیں اور سلطان اپنے گارڈز کے ساتھ اترا۔ حسبِ روایت اس کے پیچھے ڈرائیور موبائل اور سگریٹ وغیرہ تھامے چل رہا تھا اور گارڈز اس سے بھی پیچھے چلتے آ رہے تھے۔ گارڈز چونکہ مخصوص حد تک ہی ساتھ جا سکتے تھے، اس بار ڈرائیور سے بھی سگریٹ وغیرہ سلطان نے پکڑے اور

اسے گاڑی میں واپس چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے عمارت میں داخل ہوا۔

ایک ملازم کی رہنمائی میں وہ عمارت کے درمیان بنے بڑے سے ہال میں پہنچا جہاں وزیر صاحب اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"سلطان۔۔ سلطان۔۔ میری خوش نصیبی ہے کہ سلطان صاحب غریب خانے میں تشریف لائے۔۔" وزیر خوشی سے جھومتے ہوئے بولا۔

اس کے جھومنے سے سلطان پہچان گیا کہ یہ صرف خوشی کی وجہ سے نہیں بلکہ وزیر صاحب اس وقت دوائی کے زیر اثر ہواؤں میں اڑ رہے ہیں۔

"کیسے ہیں رفاقت صاحب؟۔۔"

"آپ کی دعا چاہیے سلطان صاحب۔۔ آپ سنائیں کیا معاملات ہیں آج کل؟"

"معاملات گھمبیر ہیں۔۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے۔۔ نشتر تو مکمل طور پہ ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ کیا حالات ہو سکتے ہیں میرے بھی۔"

"اوہ۔۔ نشتر کیسے ختم ہونے والا ہے؟۔۔" رفاقت چونک کر

سیدھا ہوا، اس کی حیرت حقیقی تھی۔

"نہیں جانتا۔۔ اب تک کے جو حالات ہیں وہ بتا دیتا ہوں۔۔"

سلطان نے کہا اور پھر جو کچھ وہ جانتا تھا وہ سب بتانے لگا۔

"اور اس دوران تم لوگوں کے ہاتھ کوئی کلیو بھی نہیں لگا؟۔۔"

"واضح طور پہ تو نہیں۔۔ جب بھی سامنا ہوا ہے نشتر کا یا میرا نقصان ہوا ہے، وہ لوگ نکل گئے۔۔ گولیاں تو انہیں ماری گئی ہیں مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ بچ گئے ہیں کیونکہ اگر مارے جاتے تو بدلہ لینے کی رفتار بہت تیز ہوتی، یہ جو بھی ہو رہا ہے وہ لوگ ہمارے خلاف ثبوت ڈھونڈ رہے ہیں جس سے میرے ذہن میں خیال آتا ہے کہ وہ سرکاری افراد ہیں۔۔۔ رکو۔۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی آ رہا ہے۔۔ اوہ۔۔ ستیاناس۔۔ یہ کیا ہو گیا مجھ سے۔۔ اتنی بڑی غلطی۔۔ اوہ۔۔"

سلطان بولتے بولتے خود ہی بوکھلا گیا۔

"کیا ہوا؟۔۔" رفاقت پریشان ہو کر بولا۔

"پچھلے دنوں نشتر کی ایک فیکٹری میں ایک نیا شکار لایا گیا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ اس کا کوئی روایتی حریف ہے، سنا ہے نشتر نے اس پہ بہت تشدد کیا مگر اس نے زبان نہیں کھولی۔۔ اب مجھے لگ رہا

ہے کہ وہ حکومت کا کوئی ایجنٹ ہے ورنہ اتنے تشدد کے بعد تو عام مجرم کی زبان کھل ہی جاتی ہے۔۔ میرے خیال سے اسے اٹھا کر اسی سے پوچھ گچھ کرنی پڑے گی۔۔وہ میرے ایک آدمی روپ کا پیچھا کر رہا تھا، روپ اسے جان بوجھ کر نشتر کے ایک آدمی جازی کی کوٹھی تک لے گیا اور وہاں سے جازی سے کار تبدیل کر کے نکلا، مقصد صرف یہ تھا کہ وہ جازی کو روپ کا ساتھی سمجھتے ہوئے غلط سمت پہ کام کرتا رہے۔۔ لیکن اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح روپ تک پہنچ چکے تھے اور بروقت نشتر نے اسے چھاپ لیا ورنہ اب تک میں بھی نشتر کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا۔۔۔ اوہ۔۔۔ کیا تم معلوم کر سکتے ہو کہ کون سا ادارہ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے؟"

"اگر وہی لوگ تمہارے خلاف کام کر رہے ہیں جو میرے ذہن میں آرہے ہیں تو تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔۔" رفاقت نے اچانک سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔" سلطان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"سمجھ تو ہم بھی نہیں سکے مگر یہ سبز آندھی ہے جو رستے میں

آنے والی ہر رکاوٹ کو تہس نہس کر دیتی ہے، مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔۔"

رفاقت نے دوٹوک انداز میں کہا تو سلطان اچھل پڑا۔

"تم جانتے ہو مجھے منع کرنے کا کیا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟۔۔"

"جانتا ہوں۔۔ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کا نام منہ پہ آنے کا نتیجہ تمہاری سزا سے

بہت آگے کی بات ہے۔۔ تم جا سکتے ہو سلطان۔۔" رفاقت نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم۔۔ تم میرے ٹکڑوں پہ پلنے والے ۔۔اب مجھ سے ہی غداری کرو گے۔۔" سلطان غرایا۔

"جو اپنی قوم، اپنے وطن۔۔سے دھوکہ کر سکتے ہیں ان کے سامنے تمہاری کیا اوقات۔۔"

ایک سرد آواز سن کر سلطان چونک کر مڑا۔۔رفاقت نے بھی حیرت سے سامنے دیکھا۔ سامنے درمیانے قد کا ایک نوجوان بہترین سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔

"تمہیں اندر کس نے آنے دیا؟۔۔کون ہو تم؟۔۔" رفاقت نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا، سلطان کی حالت بھی مختلف نہ تھی۔

"ابھی تم کسی سبز آندھی کا ذکر کر رہے تھے۔۔" نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو رفاقت کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور لمحہ بہ لمحہ ان کا شور بڑھتا گیا۔ وہ دونوں کے درمیان پہنچ کر رک گیا تھا۔

"مم۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔" رفاقت ہکلایا۔

"وہ تو ہم سمجھا ہی دیں گے وقت آنے پہ، فی الحال ہمیں یہ غریب سلطان چاہیئے۔۔'

"تمہاری جرات کیسے ہوئی مجھ سے اس طرح مخاطب ہونے کی۔۔" سلطان غرایا۔

"ایسے۔۔۔" تڑاخ کی آواز کے ساتھ سلطان اچھل کر صوفے سے یوں گلے ملا جیسے صدیوں بعد اس صوفے سے ملاقات ہوئی ہو۔

"مسٹر رفاقت۔۔ تم بھی اپنے آپ کو گرفتار سمجھو۔۔"

"کس جرم میں ؟۔۔" رفاقت کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"وہ ابھی ہمارے لوگ گِن رہے ہیں۔۔" وہ احمقانہ انداز میں بولا تو رفاقت نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"گارڈز۔۔۔" سلطان دھاڑا۔

"گارڈز کو تو میونسپل کمیٹی والے لے گئے ۔۔ گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں۔۔ بڑی مشکل سے میزبانی کا موقع ملا ہے، دھیرج رکھو۔"

سلطان نے رفاقت کی طرف دیکھا اور رفاقت نے مایوسی بھرے انداز میں اسے کوئی بھی حرکت کرنے سے روک دیا۔

سوہنی ہوش میں آتے ہی ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا اور اچھل کر کھڑی ہوئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اور ہینڈل سے لٹکا ہوا کاغذ دیکھ کر چونک گئی۔ اس نے کاغذ اتارا اور تحریر پڑھ کر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

عمارت اس کی دیکھی ہوئی تھی، وہ تیزی سے پورچ کی طرف بڑھتی گئی اور وہاں موجود کار میں سوار ہوئی۔ انجن سٹارٹ کر کے وہ گیٹ کی طرف بڑھی، گیٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی گیٹ خود کار انداز میں کھلتا چلا گیا۔ وہ باہر سڑک پہ آئی اور کار کی رفتار بڑھائی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک ٹاؤن

میں داخل ہوئی۔ کوٹھیوں کے نمبر دیکھتے ہوئے وہ ایک کوٹھی کے سامنے رکی اور ہارن بجایا۔ گیٹ کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک چوکیدار باہر نکلا۔ وہ تیزی سے گاڑی کے پاس آیا تو سوہنی نے اسے وہ کاغذ تھما دیا جو اس عمارت سے ساتھ لائی تھی۔ وہ چوکیدار کاغذ تھامے اندر چلا گیا اور جلد ہی وہ بڑا گیٹ کھول رہا تھا، سوہنی کار آگے بڑھا لے گئی اور پورچ میں گاڑی روک کر نیچے اتری۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی راہداری میں بڑھتی چلی گئی اور آخری کمرے کا دروازہ کھولا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی، سامنے بیڈ پہ ایک انجان شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بال پیچھے کی طرف کنگھی کیے نظر آرہے تھے، ہونٹ سگریٹ نوشی کی وجہ سے سیاہ ہو چکے تھے۔

"کون ہو تم؟۔۔" وہ غرائی۔

"مریض ہوں میڈم۔۔ آپ نرس ہیں؟۔۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب۔۔ میں کیوں نرس ہونے لگی۔۔"

"آپ کی خوبصورتی ٹوٹے دلوں کو بھی جوڑ سکتی ہے۔۔" وہ معصومانہ لہجے میں بولا۔

"اور میرا تھپڑ تمہارے دانت بھی نکال سکتا ہے۔۔ منہ بند کرو اسی میں بھلا ہے تمہارا۔۔۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میڈم پچھلا دانت نکال دیں پلیز۔ دن رات درد کرتا رہتا ہے۔۔" اس نے کہا۔۔

سوہنی حیرت سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، اس کے انداز اور چہرے سے ایسا بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ سوہنی سے مذاق کر رہا ہے، سب کچھ حقیقت محسوس ہو رہا تھا اور وہ بھی دل کی گہرائیوں سے یہ باتیں کر رہا تھا۔

"تم پاگل ہو یا مجھے پاگل بنا رہے ہو؟۔۔" اس نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"ماں ہمیشہ کہتی تھی کہ پاگلوں سے دور ہی رہنا۔۔۔" اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تو سوہنی چونک گئی۔

"ماں کہتی تھی۔۔۔ تمہاری ماں کدھر ہے؟۔۔"

"وہ ایک دن میرے باپ کے قریب چلی گئی ۔۔ اور مر گئی۔۔ تب سے میں پاگلوں سے دور ہی رہتا ہوں۔۔"

سوہنی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا بلا ہے، کبھی دانت میں درد۔۔ کبھی باپ کو پاگل۔۔۔ نجانے کیسا شخص تھا۔

"کیا چل رہا ہے؟۔۔" سرد آواز سن کر وہ شخص برق رفتاری سے سیدھا ہوا جیسے ملک الموت کی آمد ہو گئی ہو۔ سوہنی بھی تیزی سے مڑی اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر چونک گئی۔

"ماسٹر زیرو۔۔" اس شخص کے منہ سے یہ الفاظ سن کر سوہنی نے حیرت سے

دروازے میں کھڑے شخص کی طرف دیکھا۔

"ماسٹر زیرو۔۔۔" وہ بڑبڑائی جیسے اسے اس بات کی سمجھ نہ آئی ہو۔

"تم دونوں کا تعارف ہو گیا آپس میں؟۔۔"

"بہت اچھا تعارف ہوا ہے، نہلے پہ دہلا۔۔ کون ہے یہ؟۔۔" سوہنی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا نام عباس ہے۔۔" ماسٹر و زیرو، جو کہ ساحر تھا، مسکرا کر بولا۔

وہ سوہنی کی نہلے پہ دہلے والی ذو معنی بات کو سمجھ گیا تھا۔

"یہ کب پیدا ہوا؟۔۔" سوہنی مسکرائی۔

"میری ماں کہتی تھی۔۔۔"

"رہنے دو۔۔ تمہاری ریسٹ ختم نہیں ہوئی؟۔۔" ماسٹر زیرو

سخت لہجے میں مخاطب ہوا تو وہ چپ کر گیا۔

"یس باس۔۔اب گھوڑا تیار ہے۔۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"خبر دار جو فرش خراب کیا۔۔" ساحر نے کہا تو سوہنی کھلکھلا کر ہنسی۔

"اپنی ہنسی روپ کے لئے بچا کر رکھو۔۔"ساحر مسکرایا۔

"روپ۔۔اوہ۔۔میں اور روپ جازی کو لے کر نکلنے والے تھے کہ وہاں مسٹر بی نامی غنڈہ آن دھمکا اور ہمارا شکار لے اڑا۔۔"یکلخت وہ سنجیدہ ہوئی۔

"مسٹر بی۔۔میرا بھی ایک بار سامنا ہوا ہے اس سے۔۔آفت ہے وہ تو۔۔"عباس بھی اچانک سنجیدہ ہوا۔

"درست کہا۔۔آفت ہے پوری۔۔" سوہنی جو کہ ثانیہ تھی، سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"کون ہے یہ مسٹر بی؟۔۔" ساحر نے حیرت سے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"باس۔۔آپ کو یاد ہو گا پرنس ڈمب والے کیس میں یونگ نامی مجرم کو ایک کرنل کی کوٹھی تک وہی لے کر گیا تھا، اور چکنی مچھلی

کی طرح ہمارے ہاتھ سے پھسل گیا تھا، میں نے کئی بار اس کے بارے میں آپ سے ذکر کرنا چاہا مگر ذہن سے نکل جاتا تھا۔" عباس نے کہا۔

"عباس۔۔ ان سے ملو۔۔ میڈم ثانیہ۔۔ تمہاری۔۔ بلکہ سب کی سینئیر اداکارہ۔۔ میرا مطلب ہے ایجنٹ۔۔"

"اوہ۔۔ یس میڈم۔۔ سوری میڈم۔۔" اس نے فوری سلیوٹ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"سوری کیوں؟۔۔" ساحر نے چونک کر پوچھا۔

"وہ میں نے میڈم کو اپنی ماں کا تعارف کروایا۔۔ اس کے لئے۔" اس نے

سر جھکاتے ہوئے کہا تو ساحر قہقہہ مار کر ہنسا۔

"شکر ہے بروقت پہنچ گیا۔۔ ورنہ کون تمہاری درد بھری داستان برداشت کر سکتا ہے۔۔ میری مانو تو درد بھری آواز میں گرم انڈے بیچا کرو۔۔ موسم بھی ایسا ہی ہے۔۔" ساحر نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا جیسے بہت کام کی بات بتا رہا ہو۔

"کتنے انڈے دے سکتے ہیں آپ باس۔۔؟" اس نے نہایت سنجیدہ لہجے میں پوچھا جیسے واقعی یہ کام کرنے والا ہو۔۔

اس کی بات سن کر ثانیہ کا قہقہہ کمرے میں گونج گیا۔

"سیزن ایسا ہے کہ مرغی کے انڈوں سے کام نہیں چلے گا۔۔ بطخ کو تکلیف کرنی پڑے گی۔۔ لہذا اپنی مدد آپ کے تحت جو کر سکو۔۔" ساحر نے جواب دیا تو عباس اور ثانیہ ہنس پڑے۔

"خوب۔۔ میں نے درست کہا تھا۔۔ نہلے پہ دہلا۔۔ ایک سے بھلے دو جو کر۔۔" ثانیہ نے کہا تو ساحر مسکرایا۔

"کام کا وقت۔۔۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک فوجی ہسپتال پڑا ہے اور ایک غائب ہے۔۔ محاذ بھی بہت مشکل ہے۔۔ یہ قصہ میری طرف سے ایک مارپیٹ سے اور یہاں گولیوں سے شروع ہوا جو آہستہ آہستہ ایک ہوتا چلا گیا۔ ابھی وقت نہیں کہ اس کی تفصیل میں جاؤں۔۔ ہمیں اپنا فوجی بھی ڈھونڈنا ہے اور یہ قصہ بھی تمام کرنا ہے۔۔

تم لوگ تیار ہو؟۔۔"

"بالکل۔۔" دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"مسٹر بی۔۔ یا جو بھی نام تم بتا رہی تھیں، وہ جازی کے ساتھ ساتھ تمہیں اور روپ کو بھی لے جا رہا تھا مگر وقت پہ کوئی پہنچ گیا جس کی وجہ سے مسٹر بی کو خالی ہاتھ جانا پڑا، روپ اور جازی

ہماری گرفت میں ہیں۔۔" ساحر نے کہا تو ثانیہ چونک گئی۔

"تو۔۔لار۔۔"

"ہاں۔۔ایسا ہی ہے۔" ساحر نے جلدی سے کہا تو ثانیہ رک گئی۔ اس کی چہرے پہ خوشی کی چمک دیکھی جا سکتی تھی کیونکہ ان کے چیف نے مسٹر بی جیسی آفت کو مات دے کر تین شکار اڑا لئے تھے، ثانیہ ہی جانتی تھی کہ مسٹر بی کیا شے ہے کیونکہ وہ اس کا سامنا کر چکی تھی، اس کی نظر میں چیف کی عزت اور بھی بڑھ گئی۔

"اب ہماری باری ہے کہ اس ڈرامے بازی کو ختم کرنے کے لئے آخری ضرب لگائیں۔۔" ساحر نے کہا تو دونوں متوجہ ہوئے۔

روپ اور سوہنی کار میں سوار شہر سے نکل چکے تھے۔ کار میں پھیلی خاموشی سے وہ اکتا گئی۔

"تم شہر سے باہر کیا کرنے گئے تھے؟۔۔"

"اپنے لئے رشتہ دیکھنے۔۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔۔ تم نے اس طرح روپ کے پیچھے لگنے کو کیوں کہا تھا مجھے؟۔"

"میرے کچھ اپنے ذرائع ہیں جن کے توسط سے مجھ تک یہ خبر پہنچی تھی کہ روپ اور جازی کلب میں ان بن رہتی ہے، اس وجہ سے میں نے روپ اور جازی کلب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہیں آگے کرنے کا منصوبہ بنایا، اس کی یہی کمزوری تھی جسے استعمال کیا جا سکتا تھا اور تم میری امید پہ

پوری اتری ہو۔۔ ضرورت کے وقت ہم روپ کو استعمال کر سکتے تھے۔ تم نے بہت اچھی طرح یہ کردار نبھایا۔۔ مجھے یقین ہے کہ تم تنہا بھی بہت کچھ کر سکتی ہو اور مجھے یہ یقین چاہیئے بھی۔۔"

روپ کے میک اپ میں ساحر تھا، وہ سنجیدہ ہی نظر آ رہا تھا۔

"اور یہ ماسٹر زیرو۔۔۔ یہ کیا چکر ہے؟۔۔" وہ مسکرائی۔

"یہ وقت آنے پہ چیف ہی بتائے گا۔۔ مجھے بتانے سے منع کیا گیا ہے۔۔"

"مسٹر بی سے ٹکرا کر مجھے احساس ہوا ہے کہ میں ایک مجرم کے سامنے ہار گئی، میں نے بہت کوشش کی اسے زیر کرنے کی مگر نجانے بجلی تھا یا کیا، حواس پہ چھا جانے والا غنڈہ پہلی بار دیکھا ہے۔۔" ثانیہ نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"اس کا حلیہ بتاؤ۔۔" ساحر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ نقاب میں تھا۔۔ اس کے لڑنے کی رفتار اور مہارت سے مجھے اندازہ ہوا کہ تم یا چیف ہی اس کا سامنا کر سکتے ہو۔۔ اور چیف نے یہ ثابت کر دیا۔۔" ثانیہ مسکرائی۔

"ایک مسٹر بی کا ذکر میں نے بھی سنا ہوا ہے، اس کیس سے فارغ ہو لیں، دیکھتے ہیں اسے بھی۔۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"اگلے موڑ سے دائیں مڑنا ہے۔۔ ایک ہی فارم ہے اس روڈ پہ۔۔"

ثانیہ نے کہا تو ساحر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"عباس۔۔ یہ کیسا شخص ہے؟۔۔ مطلب تم مطمن ہو اس کی کارکردگی سے؟۔۔" "کارکردگی سے نہیں۔۔ کیونکہ وہ ابھی کچا ہے۔۔ پولیس سے سیدھا ہم نے اٹھا لیا۔۔ بہت زیادہ تربیت کی ضرورت ہے مگر جذبہ۔۔ جذبہ ہم سے بھی زیادہ ہے۔۔ محنتی ہے، ہار نہیں مانتا۔۔ اور کوشش کرتا رہتا ہے۔۔ جہاں اس کے بارے میں باقی تسلی کی وہیں، پرنس ڈمب والے کیس ِمیں مَیں نے جان بوجھ کر اسے بہت تھکایا اور پریشان کیا تھا کہ اس کا ردعمل کیا سامنے آتا ہے اور اس کے ردعمل کو دیکھتے ہوئے شامل کر لیا تھا۔۔"

"لیکن اس کی باتیں۔۔ وہ تو کچھ اور ہی کہتی ہیں۔۔" وہ مسکرائی۔

"باتیں تو میری بھی کچھ اور ہی کہتی ہیں۔۔۔"

وہ بھی مسکرایا تو ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ظاہر ہے جب لارڈ کو اعتراض نہ تھا اور ٹیم لیڈر ساحر بھی خود اسے شامل کر چکا تھا تو یقیناً عباس میں کچھ تو تھا۔

"ہماری ٹریننگ تو رستے میں ہی رہ گئی۔۔"

"ہاں۔۔ اور مزید دن بھی لگ جائیں گے، جبران ٹھیک ہو گا تو پھر ہی جا سکیں گے۔۔"

"تم کبیر کے لئے پریشان نہیں ہو؟۔۔" ثانیہ نے پوچھا۔

"کبیر۔۔۔ اس کے بارے میں مت پوچھو۔۔" ساحر نے دکھ بھرے لہجے میں کہا تو ثانیہ چونک گئی۔

"کیوں؟۔۔ کیا ہوا اسے؟۔۔"

"نشتر کے ایک اڈے سے ملا ہے کبیر۔۔ وہ نشتر کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا تھا، جب زلفی اپنے لوگوں کے ساتھ تمہیں اغواء کرنے کا ڈرامہ کر رہا تھا اور تم جیپ سے نکل کر روپ کی کار میں شفٹ ہوئیں، وہ تب روپ کا ہی تعاقب کر رہا تھا، ایک جگہ سے تم لوگوں کے گاڑی بدلی تھی۔۔ وہاں سے وہ نشتر کے آدمیوں کے ہاتھ لگا اور اس پہ بھیانک تشدد کیا گیا ہے۔ دونوں پاؤں میں تین تین کیل گاڑے گئے ہیں۔۔ اس کی ہمت تھی جو اس کے باوجود کوئی راز نہیں دیا دشمن کو۔۔" ساحر نے کہا۔

"تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟۔۔" وہ چیخنے والے انداز میں بولی۔

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، اب تم نے خود پوچھ لیا تو بتا دیا۔"

"اور نشتر؟۔۔" اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"زندہ ہے ابھی۔۔ مگر کبیر کے ساتھ اس نے جو کیا اس کی سزا میں نے دے دی ہے، لیکن ابھی اسے مرنا ہو گا۔۔ اس ٹیم پہ جو ہاتھ ڈالے گا اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔۔" ساحر نے سرد لہجے میں کہا تو ثانیہ نے اثبات میں سرہلایا جیسے وہ یہ بات اچھی طرح جانتی ہو۔۔

وہ فارم کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔

"یہاں آرمی بھی تو ریڈ کر سکتی تھی؟۔۔ آرمی کے گھیرے میں آتے ہی مجرم کچھ کرنے کے قابل نہ رہتے۔۔" ثانیہ نے پوچھا۔

"یہاں بہت سے بے گناہ موجود ہیں، بھاری اسلحہ بھی موجود ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی سرپھرے کی وجہ سے نقصان ہو۔۔ پھر یہاں سے بہت کچھ کام کا مل سکتا ہے۔۔ جو آرمی کے پہلے پہنچنے کے بعد غائب ہو جاتا۔۔ اب میری کوشش ہو گی کہ پہلے ریکارڈ روم پہ ہاتھ صاف کروں پھر مجرموں کو کسی طرح الگ کروں اور پھر آرمی کو کاشن دوں۔۔ وہ لوگ ہیلی کاپٹرز پہ

آئیں گے، فوری ہی کام ہو جائے گا سب۔۔"

ثانیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا، ساحر اب فارم کے گیٹ پہ مخصوص انداز میں ہارن بجا رہا تھا۔

امید نگر کے نام سے بننے والے یتیم خانے کا آج افتتاح تھا، شہر اور ملک سے بڑی بڑی شخصیات مدعو تھیں کیونکہ یہ یتیم خانہ ایک صاحبِ ثروت وزیر نے اپنی ذاتی اور موروثی دولت کے بل بوتے پہ بنوایا تھا۔ اس نے اپنے جاننے والے تمام کے تمام افراد کو مدعو کیا تھا، اس کا کہنا تھا کہ اس طرح لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے اور سب مل کر یتیم بچوں کے بہترین مستقبل کے لئے کام کر سکیں گے۔ یہ یتیم خانہ شہر سے زیادہ دور نہ تھا، اور وسیع عریض جگہ پہ تعمیر کیا گیا تھا، یہاں سکول سے کالج تک کی تعلیم کے انتظامات کئے گئے تھے۔ کھیلوں کے میدان اور کھلاڑیوں کی تربیت کا بھی منصوبہ تھا۔ طرزِ تعمیر، سہولیات اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے لحاظ سے یہ بہت سے سرکاری و نجی تعلیمی اداروں سے یہ ادراہ زیادہ خوبصورت اور پرکشش نظر آرہا تھا۔

"میری زندگی کا سرمایہ یہی ادارہ ہے، بخشش کا بہانہ بھی یہی ہے کہ اگر ایک بچے کی بھی زندگی بن سکی تو ہو سکتا ہے میری گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ آپ احباب کا ہر طرح کا تعاون درکار ہو گا، مالی، اخلاقی مدد کے علاوہ آپ کے علاقے کہ بے سہارا یتیم بچے بھی ضرور یہاں داخل کروائیں تاکہ وہ کل کو غیر مفید شہری نہ بن جائیں۔ میرے لئے دعا بھی ضرور کریں کہ جو بیڑہ میں نے اٹھایا ہے مجھے اس میں کامیابی نصیب ہو۔۔ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے قیمتی وقت میں سے میرے لئے بھی وقت نکالا۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔"

تالیوں کے کان پھاڑ شور میں وہ سٹیج سے اترا اور سر جھکا کر سب کو سلام کرتے ہوئے اپنی نشست پہ پہنچا۔

"مجھے بہت ہی سکون ملا یہ دیکھ کر کہ نجی ادارے بھی اس طرف توجہ دے رہے ہیں۔ یہ عمر ہوتی ہے کہ ایک انسان کی تربیت کی، اگر بچے ایک خاص عمر سے نکل جائیں تو پھر ان کی سوچ بدلنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے اور یہی وہ عمر ہے جس میں انہیں آسانی سے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے اور اگر بچوں کی تربیت کا خاص انتظام نہ ہوا اور وہ بچے ہوں بھی یتیم تو ایک تو ایک قیمتی

انسان ضائع ہو گا بلکہ ساتھ معاشرے کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ بچوں کے لئے والدین اور بڑوں کی طرف سے اچھی تربیت جیسا کوئی تحفہ نہیں۔۔ میں بھرپور کوشش کروں گا کہ راحت صاحب کے اس کارِ خیر میں حکومت بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور آپ لوگوں سے بھی گزارش کروں گا کہ آپ بھی پیچھے مت رہیئے گا۔۔ بہت شکریہ راحت صاحب کہ اس نیک کام کے لئے ہمیں بھی مدعو کیا۔۔"

علاقے کے اور حکومتی پارٹی کے سب سے اہم سیاسی لیڈر اپنی تقریر کرنے کے بعد سیٹ کی طرف بڑھے اور دو چار مزید تقریروں کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوا اور پھر تھوڑی دیر گپ شپ کے لئے وقت دیا گیا جس کے بعد کھانا کھایا جانا تھا۔

"راحت صاحب۔۔ یقین مانیں آپ بہت ہی خوش نصیب ہیں، دولت مند گھرانوں میں پیدا ہونے والے ایسے کم ہی لوگ ہوتے ہیں جو غریب عوام کا بھی سوچتے ہیں۔"

"صادق صاحب۔۔ دولت دیکھ کر بھی اکتاہٹ ہونے لگی ہے اب۔۔ سانپ ہے یہ ایک۔۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔۔ ہر وقت عجیب سی بے چینی رہتی ہے، میں نے سوچا چلو

اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ ہمیں بھی آرام آجائے اور دولت بھی کام آجائے۔۔ اور جب میں نے سچے دل سے کسی پہ پیسہ لگایا ہے بہت سکون پایا

ہے۔" راحت مسکرایا۔

"یہ بھی اچھے نصیب کی بات ہے۔۔ ورنہ دولت سے دولت کھینچنے کا ہنر ہر دولت مند کو جلد ہی آجاتا ہے۔۔" صادق نے کہا۔

"آپ کی تربیت والی بات میرے دل کو لگی۔۔ واقعی جو ایک بار ذہن بن جائے اس کو بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔" راحت نے کہا۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔۔" صادق نے کہا تو دونوں ہنس دیئے۔

تھوڑی دیر بعد کھانا لگایا جا چکا تھا، لذیذ کھانے پہ ہر طرف سے تعریفی کلمات گونجتے رہے اور آخر پہ عطیات دینے اور تصاویر بنوانے کا وقت آیا اور پھر مہمان رخصت ہونا شروع ہو گئے۔۔ جلد ہی اکثریت جا چکی تھی، صادق اپنی سکیورٹی سمیت باقی رہا تھا یا ایک دو اور سیاسی افراد۔

وہ وہیں لان میں بیٹھے چائے پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف

تھے کہ اچانک عمارت کے بیرونی گیٹ کی طرف سے گاڑیوں کا ایک قافلہ نمودار ہوا۔ سیاہ اور چمکتی گاڑیاں دیکھ کر سب چونک گئے۔۔ گاڑیاں تعداد میں تین تھیں اور سب سے زیادہ چونکانے والی بات۔۔ ان گاڑیوں کے پیچھے آرمی کی جیپیں بھی تیزی سے بڑھتی آ رہی تھیں۔ سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا کسی آرمی آفیسر کو بھی مدعو کیا تھا؟۔۔" صادق نے پوچھا۔

"نہیں تو۔۔۔" راحت نے جواب دیا۔

وہ صادق سے بھی زیادہ حیران نظر آرہا تھا کیونکہ آج کے پروگرام میں بلائے گئے تمام مہمان آئے تھے، اس طرح کا ہائی پروفائل مہمان کوئی بھی غیر حاضر نہ تھا۔

"پھر یہ کون ہو سکتا ہے؟۔۔"

"یہ تو سامنے آنے پہ ہی معلوم ہو سکے گا۔۔ لگتی تو بہت اہم شخصیت ہے۔۔"

گاڑیاں لان کے درمیان بنے چوڑے رستے پہ ہی رک گئیں اور آرمی کے جوان اچھل اچھل کر جیپوں سے اترتے چلے گئے۔ اسی وقت سامنے آنے والی سیاہ جیپ کے دروازے کھلے اور ان میں

سے سیاہ لباس میں ملبوس دو افراد نکلے، عجیب بات یہ تھی کہ وہ دونوں سیاہ نقاب اور دستانوں کے ساتھ نظر آرہے تھے جو کہ بہت ہی زیادہ عجیب بات تھی۔۔ صادق اور راحت نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا چکر ہے؟۔۔" صادق کے منہ سے نکلا۔

نقاب پوش تیزی سے ان کی طرف بڑھے اور چند ایک فوجی ان کے پیچھے چل دیئے جبکہ باقی وہیں پھیل گئے تھے۔۔ جلد ہی وہ ان کے پاس پہنچے۔

"کون ہیں آپ لوگ؟۔۔" صادق نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام ہم ہے اور یہ تم ہے۔۔" پہلے نقاب پوش نے دوسرے نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟۔" صادق ہڑبڑا گیا۔

"تم یہ ہے۔۔۔ تم یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں کہہ رہا ہے۔۔ میں تو تم کو کہہ رہا ہوں۔۔" پہلے نقاب پوش نے کبھی اس کی طرف اور کبھی اپنے پیچھے کھڑے نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو صادق بیچارگی سے راحت کی طرف دیکھنے لگا کہ

۔۔"اہ کی اے؟۔۔"

"دیکھئے مسٹر ہم۔۔۔"

"میں آپ کو جانتا ہوں۔۔" پہلا نقاب پوش جلدی سے بولا۔

"نہیں۔۔ میں ہماری بات نہیں کر رہا ہے۔۔ میں تو تم۔۔ مم۔۔ میرا مطلب ہے ہم۔۔ یعنی کہ تمہاری بات۔۔۔ لاحول ولا۔۔" راحت کی زبان اور دماغ کو کنکشن ٹوٹ گیا۔۔ اس نقاب پوش نے لمحہ بھر میں ان کا اعتماد اور سٹیٹس ہم تم میں بہا دیا تھا۔

"تم ہو کون؟۔۔۔" اچانک صادق کو اپنی پوزیشن یاد آئی تو وہ غرایا۔

"تم۔۔۔ بتاؤ اسے۔۔" پہلے نقاب پوش نے دوسرے سے کہا تو دوسرا بولنے ہی لگا تھا کہ صادق بول پڑا۔۔

"میں نے تم سے نہیں۔۔ ہم سے پوچھا ہے۔۔" صادق نے کہا اور پھر خود ہی سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کر کیا رہا ہے۔۔

"تو بتاؤ۔۔" نقاب پوش نے کہا۔

"ہم۔۔ یعنی کے ہم نہیں۔۔ تم۔۔ ہم۔۔۔" صادق نے الجھے ہوئے انداز میں اس کی طرف اشارہ کیا۔۔

"یہ کیا فضول بات ہوئی۔۔ ہم تم۔۔ نہیں۔۔ تم ہم۔۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔" نقاب پوش نے حیرت سے کہا تو صادق اور راحت نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جو ایویں ہی انہیں گھسیٹ رہا تھا۔

ادھر فوجی جبڑے دبائے قہقہوں کو روک رہے تھے، صادق اور راحت بھی اپنی درگت سے پریشان نظر آ رہے تھے۔

"مسٹر راحت۔۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔" نقاب پوش نے اچانک سرد لہجے میں کہا تو دونوں اچھل پڑے۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔ مجھے کیوں لینے آئے ہو؟۔۔" بے ساختہ اس کے منہ سے

نکلا۔

"آپ کا رشتہ طے ہو گیا ہے، لڑکے والے چاہتے ہیں کہ ہم لڑکی کو ان کے پاس لے چلیں۔۔ سو چلیں ہمارے ساتھ۔۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔۔ کب سے تم بکے چلے جا رہے ہو اور ہم سن رہے ہیں۔۔ تم جانتے بھی ہو کہ ہم کون ہیں اور کس حیثیت کے مالک ہیں؟۔۔" صادق حلق کے بل چیخا۔ اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"صادق صاحب۔۔ آپ کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔۔ آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں مگر مسئلہ یہ ہے کہ راحت صاحب کو بھی جان گئے ہیں ہم۔۔ اس لئے لے جانا پڑے گا۔۔" نقاب پوش نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم کس ادارے سے ہو؟۔۔" راحت نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"ایسے ادارے سے ہوں کہ آپ کے نوٹ وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔" وہ غرایا۔

"تم مسلسل میری بے عزتی کر رہے، اس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا، یہ فوجی یہاں سے تمہیں گھسیٹ کر لے جائیں گے۔۔" راحت غرایا اور جیب سے موبائل نکالا۔

دوسرا نقاب پوش تیزی سے آگے بڑھا مگر پہلے نے اسے روک دیا۔

"راحت صاحب۔۔ آخری خواہش سمجھ کر کالیں کر لیں جتنی بھی کرنی ہیں۔۔" نوجوان کے لہجے میں عجیب سی سرسراہٹ تھی، صادق کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ لوگ کون ہیں اور یہ چل کیا رہا ہے۔۔ وہ بس سب کا منہ دیکھنے تک محدود رہ گیا تھا۔

"ہیلو۔۔ نیازی صاحب۔۔ کیسے ہیں آپ؟۔۔" راحت دوسری طرف سے کال اٹنڈ ہونے پہ پوری رفتار سے بولنے لگا۔

"ٹھیک ہوں راحت صاحب۔۔ آپ سنائیں ۔۔ مبارک ہو ۔۔ آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔۔" دوسری طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

"مبارک کو چھوڑیں۔۔ یہاں کوئی مغرور قسم کے پردہ نشین آئے ہیں مجھے گرفتار کرنے کے لئے۔۔ ساتھ فوجی بھی ہیں۔۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"اوہ۔۔ کون ہیں وہ لوگ؟۔۔" نیازی نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے تو بتا نہیں رہے۔۔ آپ پوچھ لیں۔۔" اس نے اسی انداز میں کہا اور مسکراتے ہوئے فون نقاب پوش کی طرف بڑھایا۔

"یس۔۔" نقاب پوش غرایا۔

"میں ڈپٹی اسپیکر نیازی بات کر رہا ہوں۔۔ آپ کون ہیں؟۔۔"

"اسپیکر کب سے خود بخود بولنے لگے۔۔" نقاب پوش کے لہجے کا سرد پن اچانک رخصت ہوا اور اس کی جگہ حیرت نے لے لی۔۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔۔ آپ جانتے ہیں کس سے مخاطب ہیں آپ؟۔۔" دوسری طرف پارہ چڑھ گیا۔

"اور آپ بھی نہیں جانتے کہ آپ کس سے مخاطب ہیں، آپ کی نوکری کھا جاؤں گا۔۔۔" اس نے دھاڑتے ہوئے کہا تو دوسری طرف چند لمحے خاموشی چھا گئی۔

"تم کون ہو بدتمیز؟۔۔" نیازی صاحب بھی دھاڑے۔

نقاب پوش نے کال ڈسکنکٹ کی اور موبائل راحت کی طرف بڑھایا۔

"کوئی اور رہتا ہے؟۔۔ میں ایک ہی بار میں سب کی خارش مٹانا چاہتا ہوں۔۔ جلدی کرو۔۔" اس نے کہا تو راحت کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔۔

اس نے سر جھٹک کر تیزی سے نمبر ملایا۔ یہ اب اس کی انا کا مسئلہ بنتا جا رہا تھا۔۔۔ وہ دانت پیسنے کے ساتھ ساتھ نمبر ملا رہا تھا۔

"ہیلو۔۔ ہاں۔۔ حسن امیر صاحب۔۔" اس نے وزیر دفاع کا نمبر ملایا تھا۔

"جی راحت صاحب۔۔ حکم فرمائیں۔۔"

"حسن صاحب۔۔ کچھ سرکاری لوگ آئے ہیں مجھے گرفتار کرنے کے لئے، نہ تو جرم بتاتے ہیں نہ ادارے کا نام۔۔ اور بدتمیزی بھی کیے جا رہے ہیں۔۔"

وہ خود اس وقت ایک یتیم بچہ نظر آرہا تھا، اس نے جان بوجھ کر حسن امیر کو نیازی کی ہونے والی عزت افزائی کے بارے میں نہ بتایا تھا کہ وہ پہلے ہی نہ بدک جائے۔

"میری بات کروائیں۔۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

راحت نے جان بوجھ کر سپیکر آن کر کے فون نقاب پوش کو تھمایا اور اس نے بھی سپیکر آف کرنا ضروری نہ سمجھا۔

"یس سر۔۔" نقاب پوش نے اس بار قدرے احترام بھرے لہجے میں کہا تو راحت کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری کہ اب کام بنا۔

"کون ہیں آپ لوگ؟۔۔ کس ادارے سے تعلق ہے آپ کا اور کس وجہ سے راحت صاحب کو تنگ کر رہے ہیں؟۔۔" حسن امیر کی کڑکتی آواز سن کر راحت صاحب کو راحت ملی۔

" آپ جانتے ہیں کہ ہم اپنی شناخت نہیں بتا سکتے۔۔" نقاب پوش کا لہجہ نرم ہی تھا۔

"کیا مطلب ۔۔میں کیسے جان سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟۔۔" نقاب پوش کا نرم لہجہ سن کر حسن امیر کو بھی لگا کہ رعب ڈال ہی لینا چاہئے اور وہ تحکمانہ لہجے میں مخاطب ہوا۔

"آپ لارڈ سے تو واقف ہوں گے۔۔۔" اس بار نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

"لارڈ۔۔ کون۔۔۔ اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ آپ لارڈ کی۔۔ اوہ۔۔ آئی ایم سوری۔۔ میں تھوڑی دیر تک کال کرتا ہوں۔۔"

دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور راحت تو راحت۔۔ فوجیوں سمیت صادق کا بھی رنگ فق ہو گیا۔۔ انہوں نے اپنے کانوں سے ملک کے وزیر دفاع کو بوکھلائے ہوئے انداز میں سوری کہتے سنا تھا۔۔ راحت نے نظر بچا کر خود کر چٹکی کاٹی کے کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا، اور درد کی لہر سے اس کے منہ سے سسکاری نکلی۔

"یہ خواب نہیں راحت صاحب۔۔"

نقاب پوش نے کہا، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ راحت کے آر پار دیکھ رہا ہو۔ راحت اور صادق کو ان نقاب پوشوں سے اب خوف آنے لگا تھا۔۔ گھمبیر خاموشی میں فون کی گھنٹی نے جیسے کنکر پھینکا۔۔

"یس۔۔" نقاب پوش نے کال اٹنڈ کرتے ہی سپیکر آن کر دیا تھا۔

"آپ راحت صاحب کو لے جا سکتے ہیں۔۔ ویری سوری کے آپ کے کام میں رکاوٹ ڈالی۔۔" وزیر دفاع کی نرم آواز کے ساتھ ہی راحت کے چھکے چھوٹ گئے۔

"نیازی صاحب نے کچھ دیر پہلے رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، آپ کچھ کریں گے یا۔۔؟۔۔" نقاب پوش نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں دیکھ لیتا ہوں۔۔"

"اوکے۔۔ بائی۔۔۔" نوجوان نے کہا اور کال بند کر کے فون راحت کی طرف بڑھایا۔

"کسی اور کو کال کرنی ہو تو کر لو۔۔"

مگر راحت تو پتھر کا ہو گیا تھا، دماغ اور ہوش و حواس جیسے ساتھ چھوڑ رہے تھے، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"ہم چاہتے تو سب کے سامنے تمہیں گرفتار کر کے لے جاتے۔۔ تمہارے کرتوت تو ایسے ہی ہیں مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ بد دل ہوں یا کسی کو تمہارے نام پہ سیاست کرنے کا موقع ملے۔۔ ایک طرح سے تمہیں بے عزت ہونے سے بچا رہے ہیں۔۔ بہتر ہے چپ چاپ چلو۔۔ ورنہ میں لاشیں گرانے

سے بھی نہیں جھجکوں گا۔۔" نقاب پوش نے زہریلے لہجے میں کہاتوراحت میکانکی انداز میں چل پڑا۔

"صادق صاحب۔۔ آپ بھی اس بارے میں زبان بند رکھیں گے ورنہ۔۔" اس نے فقرہ ادھورا چھوڑا اور مڑ کر راحت کے پیچھے چل دیا۔

عباس بہت خوش تھا، شروع میں تو اسے یہی لگا کہ وہ انویسٹیگیشن بیورو میں ہے اور بس ایک آفیسر ، ماسٹر زیرو تک ہی محدود رہے گا لیکن اب جبکہ اس کی ملاقات ایک لڑکی سے بھی ہو چکی تھی، پھر ماسٹر و زیرو کے ساتھ مل کر وہ ایک نامور سیاستدان کو گرفتار کر چکے تھے، اس کا دل بلیوں کی طرح اچھل رہا تھا۔ ماسٹر زیرو اسے بہت ہی پہنچی ہوئی چیز نظر آنے لگا تھا، اور جس ادارے میں اس کو لیا گیا تھا ، اسے تو وزیرِ دفاع تک چھیڑنے سے کتراتے تھے۔

اسے محسوس ہو گیا تھا کہ وہ بہت ہی حساس اور طاقت ور ادارے میں داخل ہو چکا ہے وہ جس میں ماسٹر زیرو کے علاوہ اور بھی ایک

طاقتور نام یا شخصیت ہے جسے شاید لارڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تجسس اور مستقبل کی سوچوں کی وجہ سے اس کے

ذہن میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔

فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا۔

"یس باس۔۔"

"آدھے گھنٹے میں اسی رہائش گاہ پہنچو جہاں تمہیں رکھا گیا تھا۔۔" ماسٹر زیرو کی آواز سنائی دی اور کال بند ہو گئی۔

وہ زمین پہ بچھے گدے سے اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے واش روم کی طرف بڑھا، جلد ہی تازہ دم ہو کر نکلا اور نیا لباس پہنا، ہیلمٹ پکڑا اور فلیٹ کو تالا لگا کر وہ نیچے کی جانب بڑھا۔ پارکنگ سے موٹر سائیکل نکال کر ہیلمٹ پہنا اور موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے آگے بڑھا۔ بیس منٹ کی مسافت کے بعد وہ مطلوبہ عمارت کے گیٹ پہ تھا۔ کال بیل بجانے پہ چھوٹی کھڑکی سے ایک خان صاحب جھانکے اور پھر بڑا گیٹ کھولا۔ عباس موٹر سائیکل اندر لے گیا۔ پورچ میں موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہ عمارت میں داخل ہوا اور آخری کمرے کی طرف ہی بڑھتا گیا۔ اندر سے باتوں کی آواز سنائی دے رہی تھی، اس کا چہرہ چمک اٹھا،

اندر ایک سے زیادہ لوگ موجود تھے، اس کی ملاقات تنظیم کے اور ممبرز سے بھی ہونے والی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ اس پہ اعتماد کرتے ہیں۔ اس نے دستک دی۔

"آجاؤ۔۔" اندر سے ماسٹر زیرو کی آواز سنائی دی۔

وہ قدرے جھجکتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اندر دو بیڈ تھے جن پہ دو نوجوان لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں کا آدھا آدھا وجود چادروں میں ڈھکا ہوا تھا۔ ایک طرف صوفے پہ ماسٹر زیرو اور ایک لڑکی موجود تھی جس سے کچھ دن پہلے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔

"السلام علیکم۔۔" اس نے اپنے آپ کو پرسکون کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔۔ آؤ بیٹھو۔۔"

لڑکی نے مسکرا کر کہا تو اس نے ماسٹر زیرو کی طرف دیکھا، ماسٹر زیرو نے اثبات میں سر ہلایا تو عباس بھی ایک صوفے پہ ٹِک گیا۔

"آرام سے بیٹھو۔۔ تم دوستوں میں ہو اس وقت۔۔"

ماسٹر زیرو نے کہا تو عباس قدرے پرسکون ہوا۔

"ملئے عباس صاحب سے، پرنس ڈمب والے کیس میں کبیر کا سامنا تو یقیناً ہوا ہے جب جنرل واجد کو بچانے کے لئے دونوں پہنچ

گئے تھے۔ عباس صاحب پولیس انسپکٹر رہ چکے ہیں اور بہت ہی محنتی اور ہمت رکھتے ہیں۔" ماسٹر و زیرو نے عباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عباس کا رواں رواں خوشی سے بھر گیا، ماسٹر زیرو جس کی قابلیت وہ دیکھ چکا تھا، جس کے سامنے وہ اپنے آپ کو طفلِ مکتب سمجھتا تھا،

وہ اپنے منہ سے اس کی تعریف کر رہا تھا۔

"اور عباس۔۔ یہ ہیں ثانیہ، انٹیلی جنس کے ایک بہت مشہور اور خطرناک سیکشن کی نمبر ٹو ایجنٹ جسے دراصل نمبر ون ہونا چاہئے تھا، وہ صاحب، جن کا نام کبیر احمد خان ہے، تمہاری طرح پولیس انسپکٹر رہ چکے ہیں اور بہت نام رکھتے ہیں علاقے میں، اس مشن میں ان کہ دونوں پاؤں، ہتھوڑی سے ہونے والے تشدد کی وجہ سے بہت زخمی ہو چکے ہیں جس وجہ سے بستر پہ لیٹے ہوئے ہیں ورنہ حرکت میں رہنا ہی ان کا کام ہے۔۔ اور آخر میں، ملیئے اس گروپ کے عظیم اور سیانے شخص جبران سے، کمپیوٹر انجینئر ہے، محنتی ہے اور یہ عام زندگی سے سیدھا ہمارے درمیان پہنچ گیا ۔مجھے تو تم جانتے ہی ہو۔۔"ماسٹر زیرو نے مسکراتے ہوئے سب کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا۔

"مجھے خوشی ہے باس کہ میں اپنے سے بھی بہتر لوگوں کے ساتھ ملک کی خدمت کر سکوں گا۔۔" عباس نے کہا۔

"اس خیال میں کبھی مت رہنا کہ تم باقیوں سے کم ہو، آج ایک چھت کے نیچے ہونے سے اندازہ لگالو کہ ہم چاروں میں کوئی تو مماثلت ضرور ہے جس وجہ سے ہمیں اس کام کے لئے چنا گیا ہے، پر اعتماد رہو، تجربے کی ضرورت ہم سب کو ہے۔

"ماسٹر زیرو نے اس کی لہجے میں ہلکی سی مرعوبیت کی بو پالی تھی اور اس کی بات سن کر عباس کے ذہن نے انگڑائی لی اور اعتماد کی فضا پا کر اس کی آنکھیں چمکیں۔

"یس ماسٹر۔۔۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

ان دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر باقی تینوں مسکرا رہے تھے۔

"اب آتے ہیں اس کیس کی تفصیلات کی جانب۔۔۔" اس نے کہا تو سب پوری توجہ سے اسے دیکھنے لگے۔

"میری طرف سے کیس کی شروعات ایک فیملی کے دو افراد پہ تشدد کی وجہ سے شروع ہوا، میں نواحی قصبے میں گھومنے پھرنے گیا تھا وہاں ہی یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کیس میں ایک اہم شخصیت پنساری سامنے آیا۔ پنساری پہ ہاتھ ڈالنے جب میں اس کے گھر

ایک جاننے والے کا نام استعمال کرتے ہوئے پہنچا تو پنساری کی شخصیت مجھے گہری محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میں نے رات وہیں رکنے کا منصوبہ بنایا مگر پنساری کہیں چلا گیا، میرا خیال تھا کہ وہ رات کو لوٹ آئے گا مگر بعد میں علم ہوا کہ وہ دارالحکومت نکل گیا ہے اور واپسی کو فی الحال کوئی منصوبہ نہیں رکھتا۔ میں نے اس کی حویلی کی تلاشی لی اور وہاں سے مجھے جو کاغذات ملے ان سے ایک نیا ہی باب کھلا۔ ان کاغذات کے مطابق پنساری قبضہ مافیا کا بہت اہم رکن تھا جس نے آس پاس کے قصبوں اور شہروں میں من چاہی زمین پہ بارہا قبضہ کیا تھا اور جس فیملی کی وجہ سے میں شامل ہوا، ان کی بھی یہاں دارالحکومت میں کچھ جگہ ہے جو وہ بیچنا نہیں چاہتے تھے اور جب قبضہ کرنے کی دھمکی دی گئی تو وہ پنساری کو بدنام کرنے پہ تُل گئے، جب یہ معاملہ طول پکڑنے لگا تو پنساری نے انہیں ختم کرنے کے لئے اپنے لوگ بھیجے، وہ لوگ تشدد پسند ذہنیت رکھتے تھے جس وجہ سے میرے ہاتھ لگ گئے۔ اس کے بعد میں دار لحکومت چلا آیا۔"

ماسٹر زیرو سانس لینے کے لئے رکا۔

"جبران دو افراد کی گفتگو سن کر ان کے بارے میں مشکوک ہوا اور کبیر کو ساتھ لے کر تفتیش کے لئے پہنچا اور کھٹی میٹھی گولیاں کھا کر ہسپتال پہنچ گئے جس کی کھٹاس جبران کے خون میں ابھی تک شامل ہے کیونکہ اسے ہی خارش شروع ہوئی تھی۔ ان کو گولیاں لگنے کی وجہ سے ثانیہ اور عباس کو آگے کیا گیا اور جلد ہی عباس بھی کھٹی گولی کھا کر لیٹ رہا لیکن ثانیہ اپنے کردار کو بخوبی نبھاتی رہی۔

ثانیہ ، سوہنی کے نام اور میک اپ میں روپ سنگھ نامی ایک نوجوان کے پیچھے لگ گئی، روپ سنگھ یہاں کہ ایک قبضہ مافیا کے لئے کام کرتا تھا۔ ثانیہ نے اس مشن میں بہت اچھے سے کام کیا۔ روپ سنگھ کو الجھانے اور ثانیہ کے جال میں پھنسانے کے لئے میرے کچھ لوگ سامنے آئے جنھوں نے ثانیہ کو اغوا کرنے کا ڈرامہ کیا اور اس کی کامیابی کے بعد روپ نے ثانیہ کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی جبکہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ ثانیہ کی اپنی جال بیچنے والی دکان ہے۔"

ماسٹر زیرو کی سنجیدگی کم ہوتی جا رہی تھی، جبکہ دوسرے سب مسکرانے کے ساتھ ساتھ تفصیل سننے میں محو تھے۔

"کبیر۔۔ جو شاید دھریک کا رس پیتا ہے، اس پہ کھٹی گولیوں کا اثر کم ہوا اور جناب کی خارش انہیں پھر کلب کی طرف لے جانے لگی مگر رستے میں ہی ان کا رخ بدلا گیا اور انہیں روپ اور سوہنی کی نگرانی پہ لگا دیا گیا، یہاں یہ بتانا چاہوں گا کہ نہ تو ثانیہ جانتی تھی کہ کبیر ان کی نگرانی پہ مامور ہے اور نہ کبیر جانتا تھا کہ روپ کے ساتھ کون ہے۔ اس نگرانی کی وجہ سے کبیر دوبارہ پکڑا گیا۔ اور اس موقع پہ کچھ اور ہی کہانی شروع ہوئی۔۔۔"

ماسٹر زیرو کہہ کر رکا۔

"اس شہر میں قبضہ مافیا کے لئے دو نام ہیں جو سیاسی اور علاقائی شہرت کے علاوہ بہت اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ ایک سلطان اور دوسرا نشتر۔۔ روپ سنگھ سلطان کے لئے کام کرتا تھا اور پنساری، جازی کے نام سے نشتر کے لئے۔ دونوں "قبضہ حریف" ہیں، نشتر کی اب یہ کوشش تھی کہ وہ سلطان کو نیچا دیکھا کر اس کام کا شہنشاہ بنے۔ اس کام کے لئے اس نے غیرت کو بھی سجا کر سلطان کے سامنے بیٹی کی صورت میں پیش کر دیا۔ ثانیہ روپ کی وجہ سے، کبیر نشتر کی وجہ سے اور میں خواہ مخواہ۔۔۔ ان لوگوں کی دوسری سرگرمیوں تک پہنچ گئے۔

یہ لوگ بہت سے مقامات پہ زیرِ زمین اسلحے کی فیکٹریاں لگائے ہوئے تھے، سلطان، نشتر دونوں ہی اس کام میں شامل تھے۔ اب تک چھ چھوٹی بڑی فیکٹریاں سامنے آچکی ہیں، وہاں موجود تمام لوگ ہماری گرفت میں ہیں۔

جب کبیر اور جبران جازی کلب گئے اور انہیں گولیاں لگیں پھر عباس۔۔ اس سے ایک بار وہ سب چونک گئے تھے اور ان کا یہی خیال تھا کہ خفیہ پولیس ان کے پیچھے لگ چکی ہے مگر بھلا ہو ایک غنڈے گا۔۔۔ اس نے کام سنبھال لیا۔

"مسٹر بی۔۔۔" ثانیہ اور عباس نے زیرِ لب کہا تو ساحر مسکرایا۔

"مسٹر بی جازی کلب کے خلاف کام کرنے لگا تو جازی کو جان کے لالے پڑ گئے، مسٹر بی نے جازی کلب کے تہ خانے میں محفوظ کیا گیا اسلحہ تباہ کر دیا جس سے پولیس حرکت میں آئی مگر وہ اپنے دائرے میں ہی کام کرتے رہے۔ ثانیہ کے مطابق جب روپ اور ثانیہ جازی کے پاس گئے تو وہاں مسٹر بی بھی تھا جو جازی، ثانیہ اور روپ،

تینوں کو لے جانے میں کامیاب ہو گیا مگر تبھی سرکار وہاں پہنچ گئے۔"

ساحر نے ادب سے جھک کر اپنی طرف اشارہ کیا تو جبران قہقہہ مار کر ہنسا۔

"اور مسٹر بی؟۔۔ وہ میرے ہاتھ سے بھی پھسل گیا تھا جب جنرل واجد کے گھر یونگ سے مل کر اس نے حملہ کیا تھا۔۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"جب وہ تمہارے، ثانیہ اور عباس کے ہاتھ سے نکل گیا تو میں کس کھیت کا مُولا۔۔ میرا مطلب ہے مولی ہوں۔۔" اس نے منہ بنایا۔

"میں یہ نہیں مان سکتا کہ وہ تمہارے ہاتھ سے پھسل گیا ہو۔۔" کبیر نے ٹھوس لہجے اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اس نے جس بے تکلفی سے ماسٹر زیرو سے بات کی تھی، عباس اس سے چونک گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سب کے لئے ماسٹر زیرو ہے، سب کا باس ہے۔۔ مگر ان کا تو انداز ہی دوستوں جیسا تھا۔

"بالکل۔۔۔ تم نے یا تو جان بوجھ کر چھوڑا ہے یا کوئی اور بات ہے۔۔" جبران نے بھی کہا۔

"اور اگر جان بوجھ کر چھوڑا ہے تو وجہ۔۔؟۔۔" ثانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"میرا کام تھا تم تینوں کو زندہ سلامت لے کر نکلنا، جب وہ تمہاری ہی کار میں سب کو لئے نکل رہا تھا تو میں تب اکیلا جازی کی رہائش گاہ کی نگرانی پہ تھا اور میں اسے اکیلا سمجھ کر دھاوا بول دیا اور پھر اس کے گروپ کی وجہ سے تم تینوں کو لے کر نکلنا پڑا۔" اس نے کہا۔

"گروپ۔۔؟۔۔" سب نے اچانک کہا۔

"ہاں۔۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں نے یہ نعرہ کیوں لگایا، مسٹر بی کلب المغرب کا مالک ہے۔۔ اس کا باقاعدہ ایک گروپ ہے اور بہت ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرتے ہیں۔ اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ مسٹر بی کو پکڑا جائے، تو کوئی جرم اور گواہ لانے پڑیں گے ورنہ گولی تو مار ہی سکتے ہیں۔۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"کسی کیس میں دوبارہ سامنے آیا تو گولی ہی اس کا مقدر بنے گی۔۔" ثانیہ نے سخت لہجے میں کہا تو کبیر اور عباس نے بھی اثبات میں سر ہلایا اور ان کے ارادے دیکھ کر ساحر کی ہنسی نکل گئی۔

"سچ کہہ رہی ہوں میں۔۔۔"

"اور باس۔۔۔ جو ہم نے راحت صاحب کو پکڑا ہے؟۔" عباس

نے اچانک پوچھا تو ساحر نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے شکریہ کہہ رہا ہو کہ موضوع بدلا تو سہی۔

"کوئی بھی بڑا جرم سیاسی دخل اندازی کے بغیر ممکن نہیں، راحت صاحب۔۔ اعلیٰ پائے کے سیاستدان، صاحبِ ثروت آدمی، جس کا پیٹ ہمیشہ سے دولت سے بھرا ہوا ہے، اسے اور دولت، اور طاقت کا لالچ لے ڈوبا۔۔ وہ جو جگہ جگہ، چھوٹے چھوٹے یتیم خانے اور دارالامان کھولتا پھرتا ہے، وہاں سے لوگوں کو سلطان اور نشتر کو سپلائی کرتا ہے اور ان افراد سے اسلحہ سازی کا کام لیا جاتا ہے اور غلام مشین کی طرح رکھا جاتا تھا، جب تک کام کی ہے چلتی رہے اور پھر گولی مار کر وحشی جانوروں کے آگے یا مٹی کے نیچے۔۔ ان کی فیکٹریوں کے پاس اجتماعی قبریں ملی ہیں جہاں سے دو سو کے لگ بھگ لاشیں ملی ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ اتنے نیکی کے کام میں اتنا گرا ہوا شخص۔۔" ثانیہ نے جھرجھری لی، باقیوں کی حالت بھی مختلف نہ تھی۔

"ایک طرف کارخانوں کے لئے افرادی قوت مفت اور خود چل کر اس کے پاس آرہی تھی دوسری طرف یتیم خانوں اور دارالامان کے نام پہ عطیات کھانے والا حرام خور تھا وہ۔۔" اس

نے کہا۔

"اس مشن میں ثانیہ نے سب سے زیادہ محنت کی، اس کے بعد مسٹر بی اور پھر تم لوگوں نے، میں تو مہمان اداکار ہی رہا۔۔" وہ مسکرایا۔

"تم ہی تو مجھے ساتھ ساتھ گائیڈ کرتے رہے۔ منصوبہ تو تمہارا ہی تھا۔۔" ثانیہ مسکرائی۔

"تم درمیان میں رابطہ کٹ کیوں گیا تھا ایک بار؟۔۔" جیسے ساحر کو اچانک یاد آیا ہو۔

"ایک دن کے لئے روپ نے موبائل اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔" وہ مسکرائی۔

"اب جب کہ دونوں ہاتھ لگ چکے ہیں۔ بلکہ تینوں۔۔ سلطان، نشتر اور راحت۔۔ کیا ہو گا ان کا؟۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"نشتر کے پاؤں تو میں نے بگاڑ دیئے جیسا اس نے تمہارے ساتھ کیا، سلطان اور راحت سمیت ۔۔وہ لوگ ابھی قید میں ہیں۔۔ اسلحہ سازی کا کام اتنا آسان نہیں جیسے وہ جگہ جگہ بنا رہے ہیں، ان کے پیچھے بہت بڑی طاقت ہے جس کا ہمیں پتہ لگانا ہے۔۔۔۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور سب چپ کر گئے۔ ساحر نے ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کیا۔

"لارڈ سپیکنگ۔۔۔" دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی تو عباس ہڑبڑا گیا، اس کے جسم میں سرد لہر دوڑی۔۔ "لارڈ" لفظ وہ راحت کو گرفتار کرتے وقت

بھی سن چکا تھا۔

"یس چیف۔۔۔" ساحر نے کہا تو عباس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ماسٹر زیرو کا باس بھی سامنے آ گیا تھا۔

"تفصیلات بتا دیں؟۔۔۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"یس چیف۔۔۔ سب بتا دیا ہے، آپ نے جتنا کہا تھا۔۔" اس نے جواب دیا۔

"اوکے۔۔ گڈ۔۔ آپ لوگوں کی تربیت کا جو منصوبہ تھا وہ کچھ دن لیٹ ہے کیونکہ کبیر اور جبران کی حالت ایسی ہے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ میں اپنے نائب چن رہا ہوں تم سب میں سے۔۔ ضروری نہیں کہ میں ہر وقت تم لوگوں کو جواب دے پاؤں یا ایسی سچویشن بن سکتی ہے جہاں میں کسی مجبوری کی وجہ سے سامنے نہ پاؤں تو وہاں میرا نائب ہی تمام اختیارات کا مالک ہو

گا۔۔ تم لوگ اس بارے میں رائے دینا چاہو تو مکمل آزادی ہے۔۔" اس نے کہا اور خاموشی چھا گئی۔

سب جانتے تھے کہ نائب کون ہو سکتا ہے یا کسے ہونا چاہئے۔۔۔

"چیف۔۔ آپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے۔۔" ثانیہ نے کہا تو ساتھ ہی سب نے اس کی تائید کی۔

"گڈ۔۔ نائب کا کوڈ نیم ماسٹر زیرو۔۔۔ اور ساحر گردیزی سیکنڈ باس کے طور پہ کام کرے گا، ٹیم میں جلد ہی نئے ممبرز بھی شامل ہوں گے۔۔۔ گڈ بائی۔۔"

کال بند ہوتے ہی "ہرا" کا نعرہ لگا اور سب کے چہرے خوشی سے تمتمانے لگے۔۔۔ انہوں نے ساحر کو مبارک دی۔۔ ایک شخص تھا جس کا چہرہ حیرت سے مسخ ہونے کے قریب تھا۔۔ وہ تھا عباس۔۔۔

"ساحر گردیزی۔۔۔" یہ نام جیسے اس کے نام سے بہہ گیا۔

"اوہ۔۔ ہاں۔۔۔" ساحر نے کہا اور مسکرا کر چہرے سے ماسک کھینچ کر اتارا اور اصلی شکل میں عباس کے سامنے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔۔

عباس کا چہرہ اس کی ذہنی کشمکش کی عکاسی کر رہا تھا، یہ وہی ساحر

گردیزی تھا جسے گرفتار کرنے وہ پہنچ گیا تھا، جس سے تفتیش کرنے کی اس کی بڑی خواہش رہ چکی تھی، جس کی تفتیش سے روکنے پہ وہ اسے دل میں دل گالیاں دے چکا تھا، جو اصل روپ میں بھی شہر کی جانی مانی ہستی تھی۔۔ وہ اس کا باس۔۔ اس نے سر کو یوں ہلایا جیسے سب کچھ دماغ میں گھل مل گیا ہو۔

"یہ ایسے ہی چھکے چھڑا دیتا ہے۔۔۔" کبیر نے عباس کو دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

" ویلکم ٹو گرین سروس۔۔۔"

ساحر نے آگے کی طرف جھک کر عباس کی طرف پر خلوص انداز مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"بہت شکریہ ماسٹر۔۔" اس نے احترام بھرے انداز میں کہا۔

"اور ہم سب دوست ہیں۔۔۔"

اس نے کہا تو سب مسکرائے۔۔۔ ان کا خلوص اور چاہت دیکھ کر عباس کو اپنی ماں یاد آ گئی۔۔۔ کچھ اپنا اپنا محسوس ہوا۔ اس نے سر جھکا کر لمحہ بھر کے لئے آنکھیں بند کیں۔۔۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔" اس نے دل ہی دل میں کہا۔

ختم شد